www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر احمد مکی الانصاری ☆☆
مترجم: مرزا عمران حیدر ☆

نظریہ النحو القرآنی ...... ایک تحقیقی جائزہ

عربی گرائمر کا دوسری زبانوں کی گرائمر سے ایک نمایاں فرق یہ ہے کہ اس کے مصادر و منابع میں قرآن کریم اور حدیث نبوی سرفہرست شامل ہیں۔ دیگر زبانوں سے اس کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں مختلف مکاتب فکر (Schools of Thought) پائے جاتے ہیں، جن میں بصری، کوفی، بغدادی، اندلسی اور مصری مکاتب فکر کو زیادہ شہرت حاصل ہے۔ ہر مکتبہ فکر کا مخصوص طرزِ تفکر ہے۔ ان مکاتب فکر کے مابین پائی جانے والی متعصّبانہ کشاکشی وجہ ہو یا بالعموم ان نحاۃ کا مختلف بدعتی فرقوں معتزلہ، جھمیہ، قدریہ وغیرہ سے متعلق ہونا، بہر حال عربی گرائمر میں ایسے قواعد شامل ہو گئے ہیں، جن میں قرآن کریم اور قراءاتِ قرآنیہ سے عدول پایا جاتا ہے۔ جب نحویوں نے ملاحظہ کیا کہ ان کے وضع کردہ بعض نحوی قواعد اور قرآن کریم میں تضاد پایا جاتا ہے تو یہ لوگ بالعموم قواعد کی مرکزیت کے قائل ہوئے اور مخالف آیات وقراءات کی یا تو بدعتی فرقوں کی طرح تاویل کی یا انہیں کسی نہ کسی طرح تنقید کا نشانہ بنا ڈالا۔ اس روش سے شائد ہی کوئی نحوی مکتب فکر مستثنیٰ ہو۔

قرآن کریم اور قراءات قرآنیہ کی یہ اہانت کسی صحیح العقیدہ مسلمان کے لئے کسی صورت میں قابل برداشت نہیں ہوسکتی، چنانچہ اس موضوع پر کئی اصحاب علم وفضل نے قلم اٹھایا ہے، جن میں سے نمایاں نام جناب ڈاکٹر احمد مکی الانصاری کا ہے۔ انہوں نے تدوین قواعد کے مذکورہ موقف پر تنقید کرتے ہوئے نحو مالوف کے بالمقابل النحو القرآنی کو بطور نظریہ متعارف کروانے کے لئے ذکر کردہ عنوان سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں اس نظریہ پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ موضوع کی نزاکت واہمیت کے پیش نظر ہم مقدمہ الکتاب کا ترجمہ اور باقی کتاب کی جامع تلخیص پر مبنی یہ مضمون قارئین رشد کی نظر کر رہے ہیں۔ اس موضوع پر شرعی فریضہ و دینی غیرت کے اظہار کے لئے ہم مزید تین مضامین رُشد قراءات نمبر (حصہ سوم) میں شامل اشاعت کریں گے، جن میں ان شاء اللہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا جامع جائزہ پیش کرنے کی کاوش بروئے کار لائی جائے گی۔ [ادارہ]

موضوع بحث

اس مضمون کا موضوع 'النحو القرآني' ہے۔ یا ہم دوسرے الفاظ میں کہہ سکتے ہیں 'نظرية النحو القرآني' اس کا آغاز، ارتقاء اور اَساسی بنیادیں ہے۔

☆☆ سابق پرنسپل كلية اللغة والقراءات، جامعہ ام القریٰ، مکہ مکرمہ
☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

- اس مضمون کو تین عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

① اس کا آغاز اور ارتقاء

② اس نظریہ کی اَساسی بنیادیں

③ تطبیق کی صورتیں

منہج بحث

اس بحث میں میرا منہج مختلف پہلوؤں کا حامل ہوگا۔ میں نے طویل غور وفکر کے بعد استقراء، تحلیل اور استنتاج کے طریقوں میں تطبیق دی ہے۔ یہ غور وفکر میری زندگی کا لازمی حصہ ہے۔

میں نے اس بحث میں ہر قاعدے کے لیے نص قرآنی کو بنیاد بنایا ہے۔ شروع سے آخر تک تمام قواعد نحویہ کو قرآنی نصوص پر پیش کیا ہے۔ ان میں سے جو قرآن کے موافق ہے، ہم نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اس کیفیت کے بعد کہ رائج نحو میں معاملہ اس کے برعکس ہو، کیونکہ عام طور پر نحوی قاعدہ عربی شعر سے مستنبط کر کے بنایا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد قرآن مجید دوسرے، تیسرے یا اس کے بھی بعد کے مرتبے میں آتا ہے، کیونکہ وہ کلام عرب کو کسی بھی دوسری نص پر ترجیح دیتے تھے اور جیسا کہ معلوم ہے کہ کلام عرب کے مختلف فنون ہیں۔ ان میں سے شعر، فنی نثر اور عربوں کے ہاں رائج نثر جو وہ روزمرہ زندگی کی بول چال میں استعمال کرتے ہیں، جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

تدوین کے دور میں جب وہ کوئی کلمہ بدوی عرب کی زبان سے سن لیتے تو پھولے نہ سماتے اور یہ ساعت نحوی یا لغوی قاعدہ بناتے وقت ان کی مدد کرتی اور بسا اَوقات وہ اسے دوسری تمام نصوص پر مقدم رکھتے اگرچہ یہ نص متواتر قراءت ہی ہوتی، اس کی تفصیل عنقریب آرہی ہے۔

میں نے اپنے سابقہ دروس میں نحویوں کے مذاہب اور مدارس میں فرق کیا ہے۔ مثلاً بصری، کوفی، بغدادی، لیکن اس بحث میں، میں اس تفریق کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ میرے نزدیک وہ تمام نحاۃ ہیں اور ان کے مدمقابل دوسرا فریق معتمد قراء اور ان کی متواتر قراءات کا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بحث دو باتوں پر قائم ہے:

① ایک طرف قراءات متواترہ کی نص قرآنی ہے۔

② دوسری طرف اپنے اختلاف کے باوجود، تمام قراء ہیں۔

اس بحث کے دوران ہم دیکھیں گے کہ نص قرآنی اور اس کے فصیح متواتر استعمال کے بارے میں نحویوں کا کیا موقف ہے۔ اس سے قرآنی نحو اور رائج نحو کے درمیان اتفاقی اور اختلافی پہلو واضح ہو جائیں گے۔

اس بحث کے محرکات: (دوافع)

اس بحث کے بہت سے محرکات ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ جس نے مجھے اس بحث کے لیے آمادہ کیا، وہ تمام میدانوں میں قرآن کریم کا دفاع کرنا ہے۔ اگرچہ یہ میدان میرے لیے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو مثلاً نحو کا میدان، اس میں میرا تخصص ہے۔ میں نحو سے بے پناہ محبت کرتا ہوں، لیکن کتاب اللہ کا دفاع اور کسی چیز کی محبت مختلف چیز ہے۔

قرآن مجید کی نحو اور قراءات کے میدان میں تدریس کی مشغولیت کی وجہ سے میرا نحو میں شوق بہت زیادہ بڑھ گیا ہے اور اسی سے مجھے حرص پیدا ہوئی کہ نحو کے بعض قواعد کی تعدیل کروں، یہ تعدیل قرآن کریم کے تمسک پر قائم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوگی۔نحوی قاعدہ وضع کرنے میں قرآن کریم کو مصدر اوّل بنایا جائے گا اور اسے سماع کے دیگر تمام مصادر پر مقدم رکھا جائے گا۔خاص طور پر شعر کے مصدر سے، جس سے زمانہ قدیم سے نحاۃ استدلال کرتے رہے، اسے سب سے زیادہ استعمال کیا، یہاں تک کہ یہ رائج نحو میں پہلے نمبر پر آ گیا۔ یہی سے خرابی پیدا ہوئی۔ اسی لیے اس کی اصلاح کرنا واجب ہوگیا اور اس کی صورت یہ ہے کہ سماع کے مصادر میں قرآن کریم کو صحیح جگہ پر رکھا جائے۔اسے شعر پر مقدم کیا جائے۔اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نحوی قاعدہ مستنبط کرتے وقت قرآن کریم کو پہلے نمبر پر رکھا جائے گا اور شعر کا مقام اس کے بعد آئے گا۔اس تقدیم وتاخیر کا فائدہ اختلاف کے وقت ظاہر ہوگا یعنی جب قرآن کریم سے مستنبط شدہ قاعدہ شعر سے مستنبط ہونے والے قاعدے کے خلاف ہوگا تو اس صورت میں ہم پر لازم ہے کہ ہم عربی شعر پر نص قرآنی کو مقدم ٹھہرائیں۔ یہی وہ کوشش ہے جس کے لیے یہ مضمون لکھا گیا ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ قرآن کریم کو دوسری نصوص پر مقدم رکھنے کے بارے میں اس موقف سے کوئی اختلاف رکھتا ہو۔

اَہداف

اس بحث کے متعدد مقاصد ہیں جن میں سے میری نظر میں درج ذیل اہم ہیں:

1. سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی خدمت کی جائے تا کہ ہر قسم کے قاعدے اور ضابطے کے لیے یہ مصدر اوّل بن جائے۔انہی میں سے نحو کے قواعد اور قوانین ہیں۔سوچ یہ ہے کہ ہمارے تمام دینی اور علمی معاملات میں قرآن کا فیصلہ ٹھوس بنیاد بن جائے۔قولی اور عملی طور پر اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دستور بنا لیا جائے۔
2. **عربی نحو کی خدمت:** عربی زبان کی گرائمر کی اس طرح سے حفاظت کی جائے کہ اس کی بنیاد مضبوط ہو، اس کی حفاظت کی جائے اور اس کا انحصار قرآن کریم کی نص پر ہو۔
3. **سابقہ گفتگو کا عملی فائدہ:** اب تک جو گفتگو ہو چکی ہے اس کا عملی فائدہ حاصل کیا جائے۔اس کی صورت یہ ہے کہ درس و تدریس میں مشغول علماء کے سامنے نحو قرآنی کا تصور واضح ہو جائے۔قرآنی نصوص کی روشنی میں رائج نحو کے جن قواعد کی اِصلاح کی ضرورت ہے۔ان کی اصلاح کر دی جائے۔اس سے نحو بھی درست ہو جائے گی اور اس سے استفادہ بھی آسان ہو جائے گا۔
4. **عمومی طور پر اسلام اور مسلمانوں کی خدمت:** اپنی عظیم الشان ہمیشہ رہنے والی وراثت کو مقدم کرنے کے ساتھ اسلام اور اہل اسلام کی خدمت ہوگی۔

تبیین و وضاحت

عربی زبان کے قواعد کی وسعت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام مضبوط شواہد کو جمع کیے ہوئے ہے اور ان میں سے اہم ترین نص قرآنی ہے اور یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ نص قرآنی سے قاعدہ اَخذ کرنا اسے تاویلات اور فلسفوں سے بچاتا ہے۔ایسی تاویلات جو صدیوں سے چلی آ رہی ہیں، بعد والے پہلوں سے اسی طرح کسی تردید کے بغیر نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔جس سے یہ تاویلات رائج نحو کا حصہ بن چکی ہیں اور لوگ ان کے عادی بن چکے ہیں۔

نحو کی صحیح اور مضبوط بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم کو اصل بنایا جائے اور نحو اس کے تابع ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات کے بارے میں نحاۃ کا مؤقف

قراءات کے بارے میں نحویوں کے دو گروہ ہیں۔ان میں سے ایک جماعت قرآن مجید کی متعدد قراءات متواترہ وغیر متواترہ کو تسلیم کرتی ہے بلکہ ان میں سے بعض تو قراءت شاذہ کو بھی قبول کرتے اور استشہاد کے طور پر پیش کرتے ہیں اور فصحاء عرب کی لغات سے اس کی توثیق کرتے ہیں۔

دوسری جماعت بعض قراءات پر اعتراض پیش کرتی ہے۔اس سلسلے میں وہ قراءات متواترہ، غیر متواترہ اور شاذہ کے درمیان فرق نہیں کرتے، کیونکہ ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ جہاں کہیں نحوی قاعدہ قراءات میں سے کسی قراءت سے متصادم ہوتو وہاں قراءت کے مقابلے میں نحوی قاعدے کا دفاع کیا جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مومن پہلے موقف سے سکون محسوس کرتا ہے، کیونکہ کتاب اللہ اور خاص طور پر متواتر قراءات کو تسلیم کرنے کے بعد یہی بات سمجھ میں آتی ہے۔ یہاں میں قراءات شاذہ سے دلیل لینے والوں کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔میرا موضوع محکم قراءات سبعہ ہے۔

نہ ہی میں ایک وقت میں دو مختلف راستوں پر چلنے والے نحاۃ سے تعرض کروں گا۔مثال کے طور پر ابن جنی ہیں ان کے بارے میں سب کو معلوم ہے کہ وہ بعض متواتر قراءات پر اعتراض کرتے ہیں اور بسا اوقات بڑی گرم جوشی سے شاذ قراءت کا دفاع کرتے ہیں۔ میں تو صرف یہی چاہتا ہوں کہ قرآن مجید کی متواتر قراءات کا دفاع کروں اور قواعد بنانے میں اسے مصدر اوّل بنالوں۔بہت سے کہنے والے کہتے ہیں کہ کیا امر واقع میں قواعدِ نحو یہ اور نص قرآنی میں اختلاف ہوا ہے؟ اور کیا قدیم و جدید علماء میں سے بھی کسی نے اس اختلاف کی نشاندہی کی ہے؟

تو اس کا جواب ہے: ہاں۔بہت سے مقامات پر یہ اختلاف ہوا ہے جبکہ قدیم و جدید علماء کی تنبیہ کے حوالے سے اس مضمون کے پہلے حصے میں گفتگو کی گئی ہے۔مختصراً بعض کبار علماء کے نام ذکر کرتا ہوں۔امام **ابن تیمیہ** رحمہ اللہ [منجد المقرئین،ص۱۲۹]، **فخر الدین الرازی** رحمہ اللہ [تفسیر الرازي: ۱۹۳/۳، سورہ نساء]، **ابن حیان** رحمہ اللہ [البحر المحیط: ۱۵۶/۳]، **ابی عمرو الدانی** رحمہ اللہ [منجد المقرئین،ص۲۴۳]، **ابن حزم** رحمہ اللہ [کتاب الفصل فی الملل والأهواء والنحل لابن حزم ص ۲۹ طبع ۱۹۲۸ء]، **القشیری** رحمہ اللہ [إبراز المعانی لأبی شامه،ص۲۷۵،شرح شاطبیہ]، **الحریری** رحمہ اللہ [درة الغواص ص ۹۵]، **ابن المنیر** رحمہ اللہ [الانتصاف علی الکشاف :۴۷۱/۱]، **الدمامینی** رحمہ اللہ [المواهب الفتحیه:۵۴/۱ من اللغة والنحو،ص۹۷]، **ابن الجزری** رحمہ اللہ [منجد المقرئین،ص۲۴۱]، **السیوطی** رحمہ اللہ [الاقتراح:۴۸] اور ان کے علاوہ ہر دور کے کبار علماء کرام ہیں۔ میں نے اختصار کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔میں اس میدان میں اکیلا نہیں ہوں اور نہ ہی میں اس کام کا آغاز کرنے والا ہوں۔مجھ سے پہلے تاریخ کے ہر دور میں قرآن کریم کا دفاع کرنے والے موجود رہے ہیں۔جب ان علماء کی آواز ماضی کی تاریخ میں دبتی ہوئی محسوس ہوئی تو میں نے اس پیغام کو دورِ حاضر کے علماء کے سامنے پیش کیا ہے۔تاکہ وہ نص قرآنی پر اعتراض کرنے والوں کے خلاف میری مدد کریں۔

نحو کا سماعی مصادر سے تعلق

بسا اَوقات یہ بات کہی جاتی ہے کہ دنیا کی ہر معروف زبان کی خاص نحو (گرائمر) ہوتی ہے اور یہ گرائمر ایسے قواعد پر مشتمل ہوتی ہے، جسے علماء نے اس زبان کے اسلوب سے اَخذ کیا ہوتا ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہماری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان دنیا کی زبانوں میں سے سب سے اوپر ہے۔ اس کی وسعت، گہرائی اور عظمت کے لیے یہ بات ہی کافی ہے کہ یہ قرآن کریم کی زبان ہے۔

یہ بات طے شدہ ہے کہ عربی گرائمر کا آغاز قرآن مجید کے بعد اس وقت ہوا، جب فصیح عربی زبان میں لوگ غلطیاں کرنے لگے۔ یہ بات بھی معلوم شدہ ہے کہ عربی زبان کے قواعد حسب ذیل سماعی مصادر سے اَخذ کئے گئے۔

① قرآن کریم ② حدیث نبوی (ان دقیق شروط کے ساتھ جو علمانے عائد کی ہیں)

[تفصیل کے لیے دیکھئے، قراء ات المجمع اللغوی بالقاهرة والشروط التي وضعها لذلك]

③ کلام عرب: شعر یا نثر کی صورت میں۔

عربی زبان کے سماعی مصادر یہی تین ہیں۔ یہاں میں حدیث نبوی کو دلیل بنانے کے بارے میں علماء کے اختلاف کی تفصیل میں نہیں جاؤں گا (اس موضوع کی تفصیل کے لیے دیکھئے: دراسات في العربية وتاريخها لفضيلة الشيخ محمد الخضر حسين، ص۱۶۶، موقف النحاة من الاحتجاج بالحديث الشريف، تأليف الدكتورة خديجة الحديثي) میں یہاں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ ان مصادر میں سے قرآن کریم سب سے مقدم ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے مسلم، غیر مسلم ہر ایک نے تسلیم کیا ہے۔ قرآن کریم نے اپنے دشمنوں کو بھی قرآن کی فضیلت کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایک کہنے والا کہتا ہے: ''اللہ کی قسم تم میں سے کوئی شخص مجھ سے زیادہ شعر نہیں جانتا نہ کوئی رجز اور قصیدہ مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اللہ کی قسم یہ سب کچھ اس (رسول اللہ ﷺ) کے قول (قرآن) کے ذرا بھی برابر نہیں ہے۔ اللہ کی قسم اس کا قول شیریں اور یہ ہر ایک سے بڑھ کر خوبصورت ہے، یقیناً یہ بلند ترین روشنی ہے، مشرق بھی اس سے کم تر ہے۔ یہ غالب ہے اور کوئی اس پر غالب نہیں آ سکتا اور یہ ہر چیز پر حاوی ہے۔'' (یہ بات ولید بن مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ جب اس نے کفر کی حالت میں قرآن کریم کی تلاوت سنی تھی۔ اس طرح کی بعض دیگر روایات بھی ہیں جو مختلف مراجع میں موجود ہیں۔ [أسباب النزول للسيوطي، ص۲۲۳، تفسير القرطبي: ۶۸۶۵/۸، الروض الأنف، شرح سيرة ابن هشام للإمام عبدالرحمن السهيلي ج۳، ص۶۱] ولید رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب نہ تو وہ مسلمان ہوا تھا اور نہ ہی اس نے ایمان کی حلاوت چکھی تھی بلکہ اس کے حالات سے معلوم ہے کہ وہ کفر پر فوت ہوا۔ لیکن انصاف کے کسی لمحے میں یہ سچ اس کی زبان سے جاری ہو گیا۔

جب ہم یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم مطلق طور پر تمام مصادر میں سب سے اوثق ہے اور دوسرے مصادر کی طرح اس سے بھی نحو اخذ کی جاتی ہے تو ایک محقق کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ نحو کو قرآن کے تابع کرے نہ کہ قرآن کو نحو کے تابع۔ جیسا کہ ہر صادق ایمان والے مسلمان پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے بارے میں غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قراء ات متواترہ سے ہر طعن کو دور کرے اور اس کی حفاظت کرے۔ عجیب بات یہ ہے کہ نص قرآنی پر وارد ہونے والے اعتراضات تمام قراء ات پر مشتمل ہیں۔ قراء ات متواترہ میں سے کوئی بھی قراءت ایسی نہیں جو نحویوں کی طعن اور جرح سے محفوظ ہو۔

کیا یہ بات دین اور منہج کے اعتبار سے درست ہے؟

ہرگز درست نہیں ہے۔ کیونکہ دین قرآن کی حفاظت اور منہج اس کا دفاع کرتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین قرآن پر وارد ہونے والے اعتراض کو دور کرتا ہے

دین کے بارے میں یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے، اس کو ثابت کرنے کے لیے کسی تفصیل اور کوشش کی ضرورت نہیں ہے۔ جب ہم قراءات متواترہ کے بارے میں اعتراض دیکھتے ہیں تو ہمیں کیا کرنا چاہیۓ؟ کیا ہم اس طعن کو قبول کرلیں اور اپنی آراء ان کے مطابق بنالیں یا قرآن کریم کا دفاع کرنے کی کوشش کریں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر مسلم پر واجب ہے کہ وہ قرآن کریم کا دفاع کرے اور اس بارے میں کسی قسم کی سستی، کمزوری اور بزدلی کا مظاہرہ نہ کرے۔

اگر ہم یہ بات فرض کرلیں کہ ہم قرآن مجید کے دفاع سے دستبردار ہوجاتے ہیں اور قراءات کے بارے میں اعتراضات کو تسلیم کرلیتے ہیں تو اس صورت میں ہم کسی قراءۃ کو منزل من اللہ اور مقدس سمجھیں گے؟ اسی وجہ سے ہم قرآن کریم کے دفاع کے لیے کھڑے ہوئے ہیں اور اس موضوع پر مختلف پہلوؤں سے گفتگو کی ہے۔

منہج بھی اس اعتراض کو دور کرتا ہے

ایک انصاف کرنے والا محقق مسلم ہو یا غیر مسلم اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ قرآن مجید پر نحوی اعتراض کو تسلیم نہ کیا جائے۔ منہج اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ قرآن مجید کو سماعی مصادر میں سب سے بلند مقام پر رکھا جائے۔ کیونکہ مشرق و مغرب کے انصاف پسند محقق اس بات پر متفق ہیں کہ یہی زمین پر سب سے زیادہ ثقہ نص ہے۔ کسی بھی دوسری نص کو یہ توثیق حاصل نہیں ہے۔

مثال کے طور پر جاہلی شعر کو دیکھیۓ۔ یہ بات واضح ہے کہ جاہلی شعر عربی زبان میں دلیل کے اعتبار سے اسلامی، اُموی اور عباسی دور کے شعر سے زیادہ مضبوط ہے۔ اس کا سبب واضح ہے۔ پوری دنیا سے لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے عربی زبان کی فصاحت کمزور ہوئی لہٰذا جاہلی دور کا شعر اپنی فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اسلامی دور کے شعر پر مقدم ہے۔ اس توثیق کے ساتھ ہم دیکھتے ہیں۔ جاہلی شعر کی نسبت کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں، اس کے باوجود جاہلی شعر کی حیثیت مسلم ہے۔ اس کے مقابلے میں قرآن مجید کی کیفیت یہ ہے کہ باطل اس کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے اور اُوپر نیچے سے نہیں آسکتا۔ اس کے بارے میں شک والی معمولی چیز بھی نہیں ہے۔ یہ حکیم اور حمید ذات کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اس منطقی بحث کا نتیجہ بھی یہی نکلتا ہے کہ قرآن مجید پر وارد ہونے والے کسی اعتراض کو تسلیم نہ کیا جائے۔

بعض شبہات اور ان کا جواب

بعض بڑے بڑے علماء قراءۃ کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ نحوی قاعدہ سے تعارض کی صورت میں اپنے ہی قول کی مخالفت کرتے ہیں۔

جواب: یہ نحوی علماء قراءۃ کے سنت ہونے پر یقین رکھتے ہیں، انہیں مطلق طور پر ان میں کوئی شک نہیں، لیکن تعارض کی صورت میں وہ بھول جاتے ہیں کہ یہی بنیادی مأخذ ہے۔ قواعد نحویہ سے اتفاق نہ کرنے والی قراءات کی مخالفت شروع کردیتے ہیں۔ اپنے بصری، کوفی وغیرہ نحوی طبقے کے دفاع کی حرص میں قراءات کی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ محض مذہبی تعصب کی وجہ سے ہے۔ جیسے مشہور قول ہے: "العصبية تعمى وتصم" عصبیت اندھا اور بہرہ بنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دیتی ہے۔ ان علماء کی نیت بُری نہیں ہوتی بلکہ وہ حسن نیت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، لیکن مذہبی تعصب انہیں حق سے دور لے جاتا ہے۔ یہی بنیادی سبب ہے۔ اس کی وجہ سے ہم ان پر الحاد، زنادقہ اور اسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے۔

فضیلۃ الشیخ عظیمہ رحمہ اللہ نے یہ متعارض مؤقف سیبویہ رحمہ اللہ کا بیان کیا ہے۔ سیبویہ رحمہ اللہ اپنی کتاب میں کہتے ہیں: ’’القراء ۃ لاتخالف لأنها السنة‘‘ [الکتاب:۱/۱۴۷] ’’سنت ہونے کی وجہ سے قراء ۃ کی مخالفت نہیں کی جائے گی۔‘‘

یہ واضح موقف بھی انہیں بعض قراءات کے رد سے نہ روک سکا۔ شیخ عظیمہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس کی مثالیں مکمل حوالوں کے ساتھ بیان کی ہیں۔ [دراسات لأسلوب القرآن الکریم:۱/۴۹]

سچی بات یہ ہے کہ قراءات کے بارے میں یہ موقف اختیار کرنے میں سیبویہ رحمہ اللہ اکیلے نحوی نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ علماء کی ایک کثیر تعداد کا یہی مؤقف ہے۔ یہ تمام جلیل القدر علماء ہیں۔ ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ ہمیں ان کے عقیدے کی سلامتی میں کوئی شک نہیں۔ ہم ان لوگوں کی تائید نہیں کرتے جو ان علماء کو کفر اور ارتداد کی حالت میں سمجھتے ہیں۔ [البحر المحیط:۱/۳۶۵] تعارض کی صورت میں ہم ان کی غلطی کو نحوی مذہبی عصبیت کا شاخسانہ سمجھتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے جاہلی شعر سے قواعد بنائے پھر ان قواعد کا ٹوٹنا یا ان کی اصلاح کرنا ان پر گراں گزرتا ہے۔

گذارش

اس بحث سے حسب ذیل اَہداف اور گزارشات پیش کرنا چاہتا ہوں:

① اس حقیقت کو تسلیم کیا جائے کہ تقدیس صرف نصوص قرآنیہ کو حاصل ہے نا کہ قواعد نحویہ کو، اور اس ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

② قرآنی شواہد کی روشنی میں قواعد کی درستگی کی جائے۔

③ نحو قرآن کو تمام بلاد اسلامیہ میں عام کرنے کے لیے بھرپور مدد کی جائے۔ اس تعاون کے لیے علمی، دینی اور اجتماعی ہر طرح کے وسائل استعمال کئے جائیں۔ بالخصوص علمی اور اجتماعی مراکز، زبان کی تعلیم کے ادارے، عربی اور اسلامی تعلیم کے کالجز اور یونیورسٹیاں، بلاد عربیہ کی یونیورسٹیوں، دنیا بھر میں پھیلے ہوئے تحقیق کے اداروں میں اس فکر کو عام کیا جائے۔ اس کے لیے ذرائع ابلاغ کے مختلف وسائل استعمال کئے جائیں۔ اسلامی حکومتوں پر بھی یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ تعلیمی اداروں کے مختلف درجات میں اس کی تعلیم کا اہتمام کریں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ علم اَوراق تک محدود ہو جائے گا اور زندگی کی غبار میں دب جائے گا۔

جب میں پی ایچ ڈی کا مقالہ لکھ رہا تھا تو اس دوران میں نے دیکھا کہ بعض قواعد نحویہ قراءاتِ قرآنی کے خلاف ہیں۔ اس وقت سے یہ فکر میرے سر پر سوار ہے اور میں نے اس موضوع پر کام کرنے کا تہیہ کیا۔ پھر میں نے اپنے بعض دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کو دیکھا کہ ان کی آراء اسی مسئلہ میں متعارض ہیں۔ میں صمیم قلب سے ان کی ہدایت کے لیے دعا گو ہوں اور ان کے بارے میں یہی کہوں گا۔ اللهم اهد قومي فإنهم لا یعلمون

میں مشرق و مغرب میں پھیلے ہوئے علماء سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ اس نظریہ کا بھرپور تنقیدی جائزہ لیں۔ میں اپنے بڑھاپے اور کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے شاید اس کا حق اَدا نہ کر سکوں لیکن میں نے یہ موضوع سامنے رکھ دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ میں آزادیٔ اظہار رائے اور علمی تنقید کا پوری طرح قائل ہوں۔ تنقید کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، اس کا فائدہ ہی ہوتا ہے۔ تحقیق وتنقید سے کسی شے کا جوہر حقیقی واضح ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾

مجھے اس بات کا یقین ہے کہ فاضل علماء میری غلطیوں، کوتاہیوں سے درگزر کریں گے۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ اس میدان میں ایک اچھوتے موضوع کے بارے میں وہ وسعت سے کام لیں گے۔ ابتکار اسی چیز کا نام ہے کہ ایسی نئی چیز سامنے لانا جو پہلے رائج نہ ہو۔ محققین کو علم کی خدمت، حق کی نصرت اور قرآن کریم کے دفاع کے لیے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

آخر میں یہ عرض کرتا چلوں، ہمیں کسی پر الزام لگانے اور فتویٰ صادر کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔ اگر کسی مخلص محقق کی رائے سے ہمیں اختلاف ہو تو اس کے لیے عذر تلاش کرنا چاہیے۔ ایک تحقیق کرنے والا بھی انسان ہی ہے۔ اس سے غلطی اور صواب دونوں پہلوؤں کا امکان ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے مصداق دونوں حالتوں میں وہ اللہ سے اجر پائے گا۔ اس موقع پر مجھے امام مالک رحمہ اللہ کا قول یاد آرہا ہے:

”كلّ إنسان يؤخذ منه ويرد عليه إلا صاحب هذا القبر ﷺ“

”رسول اللہ ﷺ کی بات کے علاوہ ہر انسان کی بات کو لیا بھی جاسکتا ہے اور چھوڑا بھی جاسکتا ہے۔“

میرا اِرادہ محض قرآن کریم کے دفاع میں خالص علمی انداز سے علوم قرآنیہ کی خدمت کے کام میں شامل ہونا ہے۔ میں اپنے آپ کو کسی کمی اور کوتاہی سے مبرّا نہیں سمجھتا اور کمال تو صرف قرآن کریم کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرما لے، قرآن مجید کی مزید خدمت کی توفیق دے اور آخرت میں ذریعہ نجات بنادے۔ وما توفيقي إلا بالله عليه توكلت وإليه أنيب.

نظریہ نحو قرآنی کا آغاز اور اس کا اِرتقاء

سب سے پہلے میں یہ عرض کرتا چلوں کہ اس نظریہ کی طرف دعوت دینے والا میں پہلا شخص نہیں ہوں۔ صدیوں سے کبار علماء اس کی دعوت دے رہے ہیں۔ قرآن کریم کی متواتر قراءات کا دفاع کرنے والوں اور قواعد نحویہ کی بنیاد پر قرآن مجید پر اعتراض کرنے والوں کے درمیان یہ کشمکش شروع سے ہی جاری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل وکرم سے اس نظریہ کی نشاندہی کرنے اور مکمل تصور پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ میں نے چار عناصر، بحث کا میزان، محور، بنیادی ڈھانچے اور اساسی بنیادوں میں اس موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے آغاز سے لے کر آج تک اور اس درمیانی دور میں کوشش کرنے والے علماء کا تذکرہ کرتے چلیں۔

میرے علم کے مطابق اس نظریہ کی طرف دعوت دینے والے سب سے پہلے عالم ابوزکریا الفراء (ت ۲۰۷ھ) ہیں۔ ان کے دور میں فتنے اور خواہشات کی پیروی عام ہوگئی تھی، عصبیت شدت اختیار کرگئی تھی۔ قرآن کریم پر اعتراضات وارد ہونے لگے۔ ان حالات میں قرآن کریم کا دفاع ان پر لازم ہوگیا تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے شهرستاني کی کتاب، الملل والنحل: ۸۱/۱، مطبعہ ازھر اور مؤلف کی کتاب ابوزکریا الفراء رحمہ اللہ ص ۹۰ دیکھئے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نحاۃ نے بعض آیات میں بہت زیادہ اختلاف کیا، ان پر مذہبی عصبیت غالب آ گئی۔نحو کے قراءاتِ قرآنیہ سے تعارض کی صورت میں انہوں نے قراءات کا ردّ کیا۔[الکتاب:۲۳۳/۱،طبع بولاق] اوران کی صفات میں ایسی باتیں کہی جو بہرحال قرآن کریم کے مناسب نہیں، کیونکہ اس کتاب کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ باطل کسی طرف سے بھی اس میں داخل نہیں ہوسکتا، یہ تو حکیم وحمید ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

ان کٹھن حالات میں فراء نے قرآن کریم کے دفاع کا فریضہ ادا کیا اور کہا"إن لغة القرآن أفصح أساليب العربية على الإطلاق" [كتاب العربية یوهان نک، ترجمہ ڈاکٹر عبدالحلیم النجار، ص۵، مؤلف کی کتاب سیبویہ والقراء ات، ص۲]ایک دوسرے مقام پر کہا: "الكتاب أعرب وأقوى في الحجة من الشعر"[معانی القرآن للفراء:۱۴/۱]''قرآن مجید دلیل میں شعر سے زیادہ مضبوط ہے۔''

امام فراء رحمہ اللہ اپنی ذکاوت اورتقویٰ میں بلند مقام پر فائز تھے۔علماء نے آپ کی قابلیت، ذہانت اورنیکی کی گواہی دی ہے۔امام محمد بن حسن شیبانی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں کہا:"ما ظننت آدميا يلد مثلك" میں نے آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا۔[تاريخ بغداد طبع السعادة، تهذيب التهذيب للعسقلانی:۲۱۲/۱۱ طبع حیدر آباد]امام محمد رحمہ اللہ نے یہ بات اس وقت کہی جب انہوں نے ایک فقہی مسئلہ نحو سے مستنبط کیا تھا، جب ان سے پوچھا گیا، جو سجدہ سہو میں بھول جائے وہ کیا کرے؟ تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: لاشيء عليه پوچھا گیا کیوں؟فرمایا:لأن المصفر لا يصفر اس جواب پر امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا:(ما ظننت آدميا يلد مثلك)

آپ کے بارے میں دوسرے علماء نے کہا: لولا الفراء ما كانت اللغة [معجم الادباء:۱۱/۲۰] اگر فراء رحمہ اللہ نہ ہوتا تو لغت بھی نہ ہوتی۔ ولا كانت العربية [شذرات الذهب لابن العماد ۱۹/۲] اور نہ ہی عربی زبان ہوتی، کیونکہ انہوں نے عربی زبان کو حاصل کیا، اس کی تہذیب کی اور اسے ضبط کیا۔ [معجم الادباء:۱۱/۲۰۔ دائرہ معارف القرآن العشرين:۱۳۹/۷، شذرات الذهب:۱۹/۲،طبقات الفراء:۳۷۱/۲] اہل علم نے آپ کو بڑا مقام دیا ہے۔فراء رحمہ اللہ کے آنے پر سعید بن سالم رحمہ اللہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: قد جاء كم سيد أهل اللغة، وسيد أهل العربية [معجم الأدباء:۲۲۷/۱۱]''تمہارے پاس اہل زبان اور اہل عرب کا سردار آیا ہے۔'' علماء نے آپ کو نحویوں کا امیر المومنین قرار دیا ہے۔ الفراء أمير المومنين في النحو [تهذيب التهذيب :۲۱۲/۱۱]

عصر حاضر کے مسلم اور غیر مسلم (تمام نے آپ کی عربی دانی کا اعتراف کیا۔ یورپی مستشرق یوهان نك نے آپ کی تعریف یوں کی :'الفراء العظيم' (العربیہ مترجم ڈاکٹر عبدالحلیم النجار) ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے کہا کہ تاریخ ادب عربی میں آپ کی نظیر نہیں۔ آپ تعجب انگیز کمالات کے مالک ہیں۔[مقدمة إحياء النحو،طبع سنہ ۱۹۵۱ء]

قدیم و جدید علماء کی رائے میں اس اہمیت کا مالک فراء وہ پہلا شخص ہے جس نے قرآن کریم کا دفاع کرتے ہوئے قواعد نحویہ پر قرآن کریم کو مقدم ٹھہرایا۔ آپ کے بعد جن علماء نے احساس اور شعور کے ساتھ ان نظریہ کو پروان چڑھایا ان کا مختصراً تذکرہ کرتے ہیں۔

ابن خالویہ رحمہ اللہ (م۳۷۰ھ) نے کہا:"قد أجمع الناس جميعا إن اللغة إذا وردت في القرآن فهي أفصح مما في غير القرآن، لا خلاف في ذلك" [ض:۲۵۷/۱، اس موضوع پر کتاب الحجة لابن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالویہ ص۱۶ پر بھی بحث کی ہے ’’تمام لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ جب کوئی لغت قرآن کریم میں آجاتی ہے تو وہ غیر قرآن سے زیادہ فصیح ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔‘‘

ابوعمرو دانی رحمہ اللہ (م۴۴۴ھ) نے کہا:

”وأئمة القراء ة لاتعمل من القرآن في شيء على الأفشى في اللغة، والأقيس في العربية، بل على الأثبت فى الأثر، والأصح فى النقل، والرواية إذا ثبتت عنهم لم يردها قياس عربية ولا فشو لغة، لأن القراء ة سنة متبعة، فلزم قبولها والمصير إليها“

’’آئمہ قراءات قرآن مجید میں مشہور لغت اور عربی میں قیاس کے مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ جو اثر ثابت ہو، نقل میں صحیح ہو اور روایت سے ثابت ہو تو اسے اختیار کرتے ہیں اور اسے کسی عربی قیاس یا مشہور لغت کی بنیاد پر ردّ نہیں کرتے کیونکہ قراءت پیروی کی جانے والی سنت ہے، اسے اختیار کرنا اور قبول کرنا لازم ہے۔‘‘ [منجد المقرئین، ص۲۴۳]

ابن حزم رحمہ اللہ (م۴۵۶ھ) نے قراءات کے بارے میں نحویوں کے مؤقف پر تعجب کرتے ہوئے کہا:

”لا عجب أعجب ممن أن وجد لامرئ القيس أو لزهير أو لحرير أو الحطيئة أو الطرماح أو لأعرابى أسدى أو سلمى أو تميمي أو من سائر أبناء العرب لفظا في شعر أو في نثر جعله في اللغه وقطع به ولم يعترض عليه۔ ثم إذا وجد الله تعالىٰ خالق اللغات وأصلها كلاما لم يلتفت إليه ولا جعله حجة وجعل يصرفه عن وجهه ويحرفه عن موضعه ويتحيل فى إحالته عما أو قعه الله عليه“ [كتاب الفصل فى الملل والنحل لابن حزم، ص۲۹]

’’اس سے عجیب تر بات کوئی نہیں ہوسکتی ہے کہ اگر امراؤ القیس، زہیر، جریر، حطیئہ، طرماح یا عرب قبائل میں سے اسد، سلم، تمیم یا پورے اہل عرب میں سے کسی کا لفظ شعر یا نثر کی صورت میں مل جائے تو اسے حتمی لغت بنا لیتے ہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا اور اگر زبانوں کے خالق اور ان کے اصل اللہ تعالیٰ کا کلام مل جائے تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے نہ اسے دلیل بناتے ہیں اس سے پھر جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کی جو حیثیت بنائی ہے، اسے بدل دیتے ہیں۔‘‘

قشیری رحمہ اللہ (م۴۷۵ھ) نے بعض قراءات پر اعتراض کرنے والے زجاج کا تعاقب کرتے ہوئے کہا:

”ومثل هذا الكلام مردود عند ائمة الدين لأن القراء ات التى قرأ بها أئمة القراء ثبتت عن النبى ﷺ تواترا يعرفه أهل الصفة، وإذا ثبت شيء عن النبى فمن ردّ ذلك فقد ردّ على النبى ﷺ واستقبح ما قرأ به وهذا مقام محذور، لا نقلّد فيه أئمة اللغة والنحو“ [إبراز المعانى لأبي شامة، ص۲۷۵، شرح الشاطبية]

’’آئمہ دین کے نزدیک ایسا کلام مردود ہے، کیونکہ آئمہ قراء نے جو قراءات پڑھی ہیں وہ نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ ہیں۔ جس نے اس بات کو رد کیا تحقیق اس نے نبی کریم ﷺ کو رد کیا اور آپ کی قراءت کو ناپسند جانا۔ ایسا کرنا حرام ہے۔ اس مسئلہ میں آئمہ نحو اور لغت کی تقلید نہیں کی جائے گی۔‘‘

ایک اور دوسرے مقام پر فرمایا:

”قال قوم هذا قبح وهذا محال، لأنه ثبتت القراء ة بالتواتر عن النبى ﷺ فهو الفصيح لا القبيح“ [جامع أحكام القرآن للقرطبي: ۹۳/۷]

’’ایک قوم نے کہا یہ ناپسند اور محال ہے، کیونکہ جب نبی کریم ﷺ سے کوئی قراءۃ تواتر کے ساتھ ثابت ہوجائے تو وہی فصیح ہے نا کہ قبیح۔‘‘

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حریری رحمہ اللہ (م۵۱۶ھ) نے قراءات پر اعتراض کرنے والے مبرد [تفصیل کے لیے دیکھئے الکامل للمبرد:۴۹/۲، شرح المفصل:۷۸/۳، درة الغواص،ص۹۵ اور مؤلف کی کتاب الدفاع عن القرآن،ص۶] کا تعاقب کرتے ہوئے کہا:

”وهذا من حملة سقطاته وعظيم هفواته ، فإن هذه القراء ة من السّبعة المتواتره وقد في ورطة وقع في مثلها بعض النحاة بناء على أن القراء ات السّبع عندهم غيرمتواترة وأنه يجوز أن يقرأ بالرأي ، وهو مذهب باطل وخيال فارغ“ [درة الغواص،ص۹۵،بتصرف يسير]

”یہ بات اس کی مردود اور بڑی حماقتوں میں سے ہے۔ یہ قراء ۃ متواتر سبع قراءات میں سے ہیں۔ تحقیق وہ اور اس جیسے دوسرے نحوی ہلاکت میں گر گئے ہیں جن کے نزدیک قراءات سبعہ غیر متواتر ہیں اور قرآن مجید رائے کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔ یہ باطل مذہب اور غلط سوچ ہے۔“

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ (م۶۰۶ھ) نے کہا:

”إذا جوزنا إثبات اللغه بشعر مجهول فجواز إثباتها بالقرآن العظيم أولى ، وكثيرًا ما ترى النحويين متحيّرين فى تقرير الألفاظ الواردة فى القرآن ، فإذا استشهدوا في تقريرها ببيت مجهول فرحوا به وأنا شديد التعجّب منهم فإنهم إذا جعلوا ورود القرآن دليلا على صحتها كان أولىٰ“ [تفسير الرازى:۱۹۳/۳،سورة النساء]

”جب ہم مجہول شعر سے لغت ثابت کرتے ہیں تو قرآن کریم کے ساتھ ثابت کرنا زیادہ بہتر ہے۔ ہم بہت سے نحویوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ قرآنی الفاظ سے استدلال کرتے ہوئے حیران ہوتے ہیں اور جب مجہول شعر سے استدلال کیا جائے تو اس سے خوش ہوتے ہیں۔ ہمیں ان کے رویے سے شدید تعجب ہے۔ اگر وہ لغت کی صحت کے لیے قرآن کریم کو دلیل بناتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا۔“

ابن المنیر رحمہ اللہ (م۶۳۳ھ) نے کہا:

”وليس غرضنا تصحيح القراء ة بقواعد العربية ، بل تصحيح قواعد العربية بالقراء ة“

[الانتصاف على الكشاف:۴۷/۱]

”ہمارا مقصد قواعد عربیہ کے ساتھ قراء ۃ کی نہیں بلکہ قراء ۃ کے ذریعے عربی قواعد کی تصحیح کرنا ہے۔“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م۷۲۸ھ) نے کہا:

”ولم ينكر أحد من العلماء قراء ة العشرة ولكن من لم يكن عالما بها أو لم تثبت عنده ...... فليس له أن يقرأ بما لا يعلمه فإن القراء ة سنّة ، يأخذها الآخر عن الأول ولكن ليس له أن ينكر على من علم ما لم يعلم من ذلك“ [منجد المقرئين،ص۱۲۹]

”علماء میں سے کسی نے قراء ۃ عشرہ کا انکار نہیں کیا ہے۔ اس کا انکار اسی نے کیا ہے جو یا تو ان کا علم نہیں رکھتا یا اس کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہیں ...... تو اسے اس چیز کی تلاوت نہیں کرنی چاہئے جس کا وہ علم نہیں رکھتا۔ قراء ۃ سنت ہے جنہیں بعد والوں نے پہلوں سے لیا ہے کسی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ اس کے عالم کا انکار کرے۔“

ابوحیان رحمہ اللہ (م۷۴۵ھ) نے کہا:

”ولسنا متعبدين بقول نحاة البصرة ولا غيرهم ممن خالفهم ، فكم حكم ثبت بنقل الكوفيين من كلام العرب لم ينقله البصريون ، وكم حكم ثبت بنقل البصرين لم ينقله الكوفين“ [البحر المحيط:۱۵۶/۳]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ہم بصرہ یا ان کے مخالف نحویوں کی بات تسلیم کرنے والے نہیں ہیں۔عربی زبان کے کتنے ہی حکم ہیں جو کوفیوں کے نقل کرنے سے ثابت ہیں جبکہ انہیں بصریوں نے بیان نہیں کیا اور کتنے ہی احکام ہیں جنہیں کوفیوں نے نقل نہیں کیا اور بصریوں کے نقل کرنے سے ثابت ہیں۔''

امام دمامینی رحمہ اللہ (م ۸۲۷ھ) نے کہا:

"لایکون نقل القراء...... أوّل من نقل ناقلي العربية والأشعار والأقوال، فكيف يطعن فيما نقله الثقات بأنه لم يجيىء مثله؟ ولو نقل ناقلون عن مجهول الحال لقبلوه، فقبول هذا أولى" [المواهب الفتحية:۵۴/۱ نقلا عن اللغه والنحو،ص ۹۷]

''قول کا نقل کرنا......عربی اشعار اور اقوال نقل کرنے والوں سے کچھ نہیں ہے۔ثقہ راویوں کے نقل کرنے میں کس طرح اعتراض کیا جاسکتا ہے؟ محض اس بات پر کہ انہوں نے (نحویوں) کی مثل بیان نہیں کیا اگر یہ نحوی مجہول الحال کی بات کو قبول کر لیتے ہیں تو ان قراء کی بات کو قبول کرنا اولیٰ ہے۔''

ابن جزری رحمہ اللہ (ت ۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

"كل قراء ة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالًا وصح سندها في القراء ة الصحيحة، لايجوز ردّها ولا يصحّ إنكارها" [النشر:۹/۱]

''ہر قراء ۃ جو عربی کی کسی بھی صورت کے موافق ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی کے موافق ہو چاہے احتمالاً، اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراء ۃ صحیحہ ہے۔اس کا ردّ کرنا جائز نہیں اور اس کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔''

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فكل ما ورد أنه قرئ به جاز الاحتجاج به في العربيه، سواء أكان متواترا، أم آحادا، أم شاذا" [الاقتراح،ص ۴۸]

''قراءت میں جو کچھ بھی بیان کیا گیا، عربی زبان میں اس سے دلیل پکڑنا جائز ہے، چاہے وہ متواتر ہو، احاد ہو یا شاذ ہو۔''

عصر حاضر میں بھی اس نظریہ کے حامی بہت سے علماء کرام ہیں۔ہم اختصار کے لیے صرف ایک کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔شیخ رشید رضا بعض آیات کے اعراب میں تفصیل بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں:

"والقرآن فوق النحو والفقه والمذاهب كلّها فهو أصل الأصول، ما وافقه فهو مقبول وما خالفه فهو مردود مرذول وإنما يهمنا ما يقوله علماء الصحابة والتابعين فيه فهو العون الأكبر لنا على فهمه" [تفسير المنار عند قوله تعالىٰ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ﴾ [المائدة:۱۰۶]

''قرآن مجید، نحو، فقہ اور مذاہب تمام سے برتر ہے۔یہ اصل الاصول ہے۔جو اس کے موافق ہے وہ مقبول اور جو اس کے مخالف ہے وہ مردود اور ضائع ہے۔ہمارے لیے علماء، صحابہ اور تابعین کے اقوال اہم ہیں اور قرآن مجید کے سمجھنے میں سب سے بڑے مددگار ہیں۔''

صدیوں پر محیط تاریخ کے اوراق میں سے یہ چند ایک نصوص ہیں جو آپ کے سامنے پیش کی ہیں وگرنہ اس بارے میں علماء کے بہت زیادہ اَقوال موجود ہیں۔میں نے تو مطبوع کتابوں کا بھی احاطہ نہیں کیا جب کہ ہزاروں مخطوطوں میں بہت سا علم موجود ہے۔بہرحال علماء کے ان اَقوال سے ان کا موقف، احساس اور تصور واضح ہوتا ہے۔لیکن اس نظریہ کی حقیقت، استنباط کے عناصر اور خصائص کی تفصیل نہیں ملتی۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان باتوں کو کھول کر بیان کیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جائے گا لیکن وہاں علماء کی باتوں میں ایک حرف کا بھی اضافہ نہیں ہوگا۔

نظریہ نحو قرآنی کی اساس اور اس کے بنیادی اَرکان

اس بحث کی تفصیل میں جانے سے پہلے ہم ایک سوال پیدا کرتے ہیں۔

کیا نحو قرآنی کا تصور ہے؟

اگر اس کا جواب ہاں ہے تو وہ کس حد تک قرآنی نحو سے متفق اور کس حد تک رائج نحو کے خلاف ہے؟

اب ہم اس سوال کا مکمل اطمینان کے ساتھ جواب دیتے ہیں کہ ہاں نحو قرآنی ہر اعتبار سے مکمل اور کامل ہے۔ نحو قرآنی اور رائج نحو میں اتفاق اور اختلاف کو درج ذیل تقسیم کے ذریعے واضح کرتے ہیں:

1. وہ قسم جسے نحوی تسلیم کرتے ہیں، کلام عرب کی نظائر کی طرح ہے۔ وہ اس کی موافقت کرتے ہیں۔
2. وہ قسم جسے نحوی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ اس کی تاویل کرتے ہیں یا پھر صریح یا مخفی طور پر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

ہم ان دونوں قسموں پر بات کریں گے۔ اوّل سے شک کے بغیر یہ دونوں نحو قرآنی کا حصہ ہیں۔ البتہ دوسری قسم ہماری بحث کا اصل محور ہے۔ اس پر تفصیل سے بات ہوگی۔ اسی میں نحوی اختلاف کرتے ہیں۔ پہلی قسم پر تو الحمدللہ تمام ہی اتفاق کرتے ہیں۔

دوسری قسم جس کے بارے میں بعض نحوی اعتراض کرتے یا ان کی تاویل کرتے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ اسے قبول کریں اور اس پر اعتماد کریں۔ کیونکہ قرآن کریم پر مطلق ایمان اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اس کے تمام اسالیب اور استعمالات کو قبول کریں۔ تمام قواعد اور قوانین کو اس کے تابع بنائیں۔ نحو کی قرآن کی بنیاد پر تصحیح کریں، نا کہ نحو کی بنیاد پر قرآن کی تصحیح کی جائے، کیونکہ قرآن کریم مطلق طور پر صحیح ترین ماخذ ہے۔ قواعد نحویہ کو مستنبط کرنے میں دیگر ماخذ کی نسبت قرآن کریم اولیٰ ہے۔ قواعد نحویہ اور آیاتِ قرآنیہ میں اختلاف کی صورت میں نحو قرآنی کی معرفت کے لیے بڑا دقیق پیمانہ ہے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اس نظریہ کے مشتملات: یہ نظریہ چار عناصر سے تشکیل پاتا ہے۔

① بحث کا میدان	② محور
③ اختلافی مقامات	④ ربط پیدا کرنے والی بنیادیں

اس نظریہ میں بحث کا میدان قرآن کریم ہے جو مضبوط ترین مصدر ہے اور اسے قانون سازی میں پہلے نمبر پر ہونا چاہئے۔ اس بحث کا مرکز ومحور قواعد نحویہ کا قرآنی آیات سے اختلاف ہے۔ اختلافی مقامات وہ ہیں جہاں پر نحوی قاعدہ قرآنی آیت سے متصادم ہے۔ یہ اختلاف اس نظریہ کی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

نحویوں کے غور وفکر کے مسالک

میں سمجھتا ہوں۔ قراءات متواترہ پر اعتراض کرنے والے نحویوں نے درج ذیل طریقہ اور اسلوب اختیار کیا ہے۔

جب انہوں نے نحو کی طرف توجہ دی تو قواعد نحویہ کو ایک طرف رکھا اور قراءاتِ قرآنیہ کو دوسری طرف، پھر انہوں نے قراءات کا جائزہ لیا ان میں سے جو قواعد نحویہ کے موافق تھیں انہیں قبول کیا اور ان پر اعتماد کیا اور جو قواعد کے مخالف تھیں ان پر اعتراض کیا یا اگر وہ تاویل کو قبول کرتی تھیں تو ان کی تاویل کی۔ جو قراءات تاویل قبول نہ کرتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں واضح یا مخفی طور پر اعتراض کیا۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

صریح مخالفت کی مثال کلمہ (آئمة) میں دونوں ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھنا ہے۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَقَاتِلُوْا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ﴾ [سورۃ التوبہ:۱۲] قراءات سبعہ میں دونوں ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھا گیا ہے بلکہ متعدد متواتر قراءات میں اسی طرح ہے۔ اس کے باوجود نحویوں نے اسے لحن قرار دیا۔ [الخصائص لابن جنی:۱۴۳/۳] انہوں نے دلیل یہ پیش کی ہے کہ یہ قیاس کے مطابق نہیں ہے، حالانکہ وہ یہ بات بھول گئے کہ متواتر صحیح سماع ہر قسم کے قیاس سے بالاتر ہے، کیونکہ لغت قیاس سے پہلے صحیح سماع سے ہی ثابت ہوتی تھی۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے: مقياس الترجيح هو السّماع الصحيح۔ ترجیح کا معیار صحیح سماع ہی ہے۔

نحویوں نے لغت کے اس اصول میں شک کیا، انہوں نے ہمزتین کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کی قراءت کو خطا قرار دیا اور کہا، قیاس کا تقاضا ہے کہ دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلا جائے اور جب اسی طرح قیاس کے موافق ابدال والی قراءت آتی ہے تو وہ اسے بھی وہ لحن قرار دیتے ہیں۔ [تفسير الكشّاف للزّمخشری:۱۴۲/۲] حالانکہ یہ قیاس کے موافق ہے، صحیح سماع سے ثابت ہے، متعدد متواتر قراءات سے روایت کیا گیا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ اسے لحن سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

انہوں نے کہا: اگر دونوں ہمزہ عین کلمہ میں نہ ہوں تو انہیں تحقیق سے پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ابن جنی رحمہ اللہ نے کہا:

”فالهمزتان لا تلتقيان في كلمة واحدة إن لم تكونا عينين نحو سأل وسأر...... لكن التقاؤها فی كلمة واحدة غير عينين لحن“ [الخصائص لابن جنی:۱۴۳/۳]

’’دو ہمزہ ایک کلمہ میں جمع نہیں ہوتے اگر وہ سأل اور سأر کی طرح عین کلمہ میں نہ ہوں۔ لیکن عین کلمہ کے علاوہ ایک کلمہ میں دو ہمزوں کا جمع ہونا لحن ہے۔‘‘

ہم ان لوگوں کے ساتھ نہیں ہیں جو (أئمة) اور اس جیسی مثالوں میں ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کو لحن کہتے ہیں، کیونکہ یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ قراءات سبعہ میں اسی طرح پڑھا گیا ہے۔ حفص نے عاصم سے، حمزہ، ابن عامر اور کسائی رحمہم اللہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے: السبعة لابن مجاهد، ص۳۱۲) دو ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کی حسب ذیل مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا﴾ [السجدة :۲۴]، ﴿وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ [القصص:۵]، ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُونَ﴾ [القصص:۴۱]، ﴿وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ﴾ [الأنبياء:۷۳]

قرآن مجید کی یہ واضح آیات ہم نے دیکھ لیں۔ یہ بات نامعقول ہے کہ ہم نصوص قرآنیہ کو نظر انداز کرتے ہوئے نحو کے قیاس کو تسلیم کر لیں بلکہ معقول اور مقبول بات یہ ہے کہ ہم قواعد وضع کرتے وقت مکمل طور پر نص قرآنی پر اعتماد کریں۔

دو ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھنے کے بارے میں ہم نے نحاۃ کا مؤقف دیکھ لیا۔ اب ابدال کے بارے میں ان کا مؤقف دیکھیں۔ تحقيق الهمزتين کا مطلب ہے، دونوں ہمزوں کو سختی کے ساتھ الگ الگ ہمزہ کی آواز کے ساتھ پڑھنا اور ’آئمه‘ کے کلمہ میں ابدال کے ساتھ پڑھا گیا تو انہوں نے اسے بھی لحن قرار دیا۔ زمخشری رحمہ اللہ کہتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے:

’’فأما التصريح بالياء فليس بقراء ة ولا يجوز أن تكون قراء ة ومن صرح بها فهو لاحن محرف‘‘ [تفسیر الکشاف للزمخشری:۱۴۲/۲]

’’یاء کو صراحت کے ساتھ پڑھنا قراءۃ نہیں ہے اور نہ ہی اس کا قراءۃ ہونا جائز ہے۔جس نے ایسا کیا وہ غلطی کرنے والا اور تحریف کرنے والا ہے۔‘‘

دیکھئے کس طرح یہ لوگ متواتر قراءات سبعہ میں سے قراءۃ کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تین معروف قراء کی قراءت ہے۔ نہ صرف انکار کرتے ہیں بلکہ انکار میں سختی کا انداز اختیار کرتے ہیں ’’ولايجوز أن تكون قراءة‘‘ اس موقع پر ابوحیان رحمہ اللہ کی یہ بات یاد آتی ہے:

’’وكيف يكون ذلك لحنا و قد قرأ به راس البصريين النحاة أبو عمرو، وقارى مكة ابن كثير، وقارى مدينة الرسول نافع‘‘ [البحر المحيط:۱۵/۵]

’’یہ لحن کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ بصرہ کے نحویوں کے سردار ابوعمرو رحمہ اللہ، مکہ کے قاری ابن کثیر رحمہ اللہ اور مدینۃ الرسول کے قاری نافع رحمہ اللہ نے اس طرح پڑھا ہے۔‘‘

سابقہ گفتگو سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس کلمہ میں دو لغات ہیں، دونوں ہمزہ تحقیق کے ساتھ اور دوسرا ہمزہ یاء سے بدل کر اور دونوں قراءات متواترہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اس صورت میں ان میں سے کسی کا انکار کرنا یا اسے لحن سے تعبیر کرنا کسی طور پر درست نہیں ہے۔

ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ ابن مجاہد نے ان دونوں قراءات کی توثیق کی ہے، فرمایا:

"اختلفوا فى الهمزتين وإسقاط إحداهما من قوله (أئمة) فقرا ابن كثير وأبو عمرو ونافع، (أيمه) بهمز الألف وبعدها ياء ساكنه، غير أن نافعا يختلف عنه فى ذلك ...... وقال القاضى إسماعيل عن قالون همزة واحدة وقرأ عاصم وابن عامر وحمزه والكسائى (أئمة) همزتين‘‘ [كتاب السبعة،ص۳۱۲]

’’قراء نے (أئمة) کے دو ہمزہ پڑھنے اور ایک کو ساقط کرنے کے بارے میں مختلف مؤقف اختیار کئے ہیں۔ ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ اور نافع رحمہ اللہ نے (أيمه) ہمزہ کے بعد یائے ساکنہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ نافع رحمہ اللہ سے دوسری قراءت بھی مروی ہے۔ قاضی اسماعیل رحمہ اللہ نے قالون رحمہ اللہ سے ایک ہمزہ بیان کیا ہے۔ عاصم، ابن عامر، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ نے (أئمه) دو ہمزوں کے ساتھ پڑھا ہے۔

ہم اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ قرآن مجید مضبوط ترین مصدر ہے۔ جب ہم اس حقیقت کو جانتے ہیں تو قراءۃ متواترہ پر اعتراض اور اسے لحن قرار دینا کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ محض اس بنیاد پر کہ اس قراءۃ نے قواعد نحویہ کی ایک بات کی مخالفت کی ہے کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ ہم قراءۃ پر اعتراض کو تسلیم کرنے کی بجائے کہیں، قاعدہ نحویہ کی اصلاح کی جائے اور اسے قرآن کے مطابق بنایا جائے۔

اسی طرح دوسری مثال اس آیت کریمہ کی ہے: ﴿إِنَّ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ﴾ [سورہ طٰہٰ:۶۳] قراءات متواترہ میں یہ آیت کریمہ نون کے تشدید کے ساتھ (إن) اور الف کے ساتھ (هذان) پڑھا گیا ہے۔ بعض نحویوں نے اس قراءۃ پر اعتراض کیا بلکہ واضح طور پر اس کا انکار کرتے ہوئے اسے کاتب کی غلطی قرار دیا ہے اور کہا یہ قرآن میں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔[البحر المحیط:۲۵۵/۶، الشذوذ ،ص۴۲]

جب ان کے پاس دوسری قراءۃ یاء کے ساتھ (ھذین) آئی تو انہوں نے اس پر اعتراض کیا اور اسے بھی کاتب کی غلطی قرار دیا"غلط من الکاتب"[تأویل مشکل القرآن لابن قتیبه ، ص۳٦]

قراء میں سے نافع، ابن عامر، حمزہ اور کسائی ﷭ نے نون کے تشدید کے ساتھ (إنّ) اور الف کے ساتھ (ھذان) پڑھا ہے۔[البحر المحیط:۲۵۵/۶، المھذب،ص۱۴۳، الحجة لابن خالویه،ص۲۱۷،کتاب السبعة لابن مجاھد)

ابوعمرو بن العلاء﷫ نے نون تشدید کے ساتھ (إنّ) اور یاء کے ساتھ (ھذین)، (إن ھذین لسٰحرٰن) پڑھا ہے۔[المھذب،ص۱۴۳، البحر:۲۵۵/۶) یہ بھی محکم قراءت ہے۔ اسلاف میں سے حضرت عائشہ ؓ، حسن بصری، ابن جبیر، الاعمش، النخعی، الجحدری اور ابن عبید ؓ نے اسی طرح پڑھا ہے۔ [البحر المحیط:۲۵۵/۶]

امام حفص﷫ نے نون کے سکون کے ساتھ (إن) اور الف کے ساتھ (ھذان) پڑھا ہے۔امام حفص﷫ کی اس قراءۃ میں نحویوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابوعمرو﷫ کی قراءت (إن ھذین لسٰحرٰن) متواتر قراءت ہے۔ہمیں اس سبعہ قراءت کی ایک قراءت کو قبول کرنا ہے جب کہ نحوی اس کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں۔فراء نے یاء والی قراءت کا تعاقب کرتے ہوئے کہا:"ولست أجتری علی ذلك"[معانی القرآن للفراء:۲۹۳/۲]''میں اس (قراءۃ) کی جرأت نہیں کرسکتا۔''

زجاج نے اس قراءت کا ردّ کرتے ہوئے کہا:

"لا أجیز قراءۃ أبی عمرو لأنھا خلاف المصحف"[البحر المحیط:۲۵۵/۶]

''میں ابوعمرو﷫ کی قراءت کو جائز قرار نہیں دے سکتا کیونکہ یہ مصحف کے خلاف ہے۔''

ان نحویوں کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوعمرو﷫ نے سند کے بغیر اپنی طرف سے یہ قراءۃ بنا کر قرآن مجید میں شامل کردی ہے اور ابوعمرو﷫ کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ وہ ثقہ، عادل، ضابط اور سنت کی پیروی کرنے والے ہیں، وہ قرآن مجید کے بارے میں کمی بیشی کرنے والے نہیں ہیں۔

بعض نحویوں نے جمہور قراء کی قراءت کا بھی انکار کیا ہے۔انہوں نے کہا:''إنھا لیست من القرآن"یہ قرآن میں سے نہیں ہے۔انہوں نے اس بارے میں بعض صحابہ کرام ؓ کی طرف منسوب اقوال کا سہارا لیا ہے حالانکہ وہ ان اقوال سے بری ہیں۔[تفصیل کے لیے دیکھئے:البحر المحیط:۲۵۵/۶)، الشذوذ،ص۴۲]

امام ابن تیمیہ﷫ نے قرآن مجید کی اس قراءۃ کا دفاع کرتے ہوئے ایک مستقل رسالہ "الکلام علی قوله تعالیٰ **إن ھذان لسٰحرٰن**"[مجله مرکز البحث العلمی والتراث الإسلامی بمکة المکرمة، العدد الثانی عام ۱۳۹۹ھ]لکھا ہے: جس میں انہوں نے نحویوں کی طرف سے اس قراءۃ کو کاتب کی غلطی، لحن یا خطا قرار دینے کے موقف کا بھرپور رد کیا ہے۔(الکلام علی قوله تعالیٰ **ان ھذان لساحران**،ص۲۷۰،۲۷۱) اور اس قراءت کو افصح قرار دیا ہے۔[کتاب الصاحبی لابن فارس،ص۲۱]

اہل عرب کی لغت بھی اس قراءۃ کی تائید کرتی ہے۔ابوحیان﷫ نے اس کی تخریج کرتے ہوئے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”والذی نختاره في تخريج هذه القراء ة أنها جاء ت على لغة بعض العرب من إجراء المثنى بالألف دائما، وهی لغة لکنانه، حکی ذلك أبو الخطاب، وبنی الحارث بن کعب وخثعم وزبیر، وأهل تلك الناحیه، حکی ذلك عنهم الکسائي وبني العنبر وبني الهجیم ومراد وعذره۔ وقال أبو زید سمعت من العرب من یقلب کل یاء ینفتح ماقبلها ألفاً“

[البحر المحیط:۶/۲۵۵]

’’اس قراءۃ کی تخریج کرتے ہوئے ہم نے جس بات کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض عرب کی لغت میں تثنیہ کو ہمیشہ الف کے ساتھ ہی استعمال کیا گیا ہے اور یہ کنانہ کی لغت ہے جیسے ابوالخطاب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ بنی حارث بن کعب، خثعم، زبیر رضی اللہ عنہم اور اس علاقہ کے لوگوں سے یہ لغت کسائی رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔ بنی عنبر، بنی ھجیم، مراد اور عذرہ کی بھی یہی لغت ہے۔ ابوزید رحمہ اللہ نے کہا میں نے بعض عرب کو سنا ہے وہ ہر یاء ماقبل مفتوح کو الف سے بدل دیتے ہیں۔‘‘

امام جاربردی رحمہ اللہ نے کہا:

”إن للحارث بن کعب و خثعما و زبیدا و قبائل من الیمن یجعلون ألف الاثنین فی الرّفع والنصب والخفض علی لفظ واحد“ [شرح الجاربردی علی شافیۃ لابن الحاجب:۱/۲۷۷]

’’حارث بن کعب، خثعم رضی اللہ عنہم، زبیدا اور یمن کے کچھ قبائل تثنیہ کے الف کو رفعی، نصبی اور جری تینوں حالتوں میں ایک ہی طرح (الف کے ساتھ) پڑھتے ہیں۔‘‘

اس سے قراءات سبعہ کے بارے میں نحویوں کے موقف کا اندازہ ہوجاتا ہے وہ دونوں قراءتوں کو ہی کاتب کی غلطی قرار دے رہے ہیں تو باقی کیا بچا؟ ہم تو قراءات متواترہ کی صورت میں قرآن مجید سے بہتر اور اَوثق مصدر نہیں جانتے ہیں۔

اہل علم نے قرآن کریم کے دفاع میں جو کچھ کہہ دیا ہمارے لیے وہی کافی ہے اس میں مزید اِضافے کی ضرورت نہیں ہے۔قرآن مجید کی حفاظت کے بارے میں امام فخر الدین الرازی رحمہ اللہ نے واضح طور پر کہہ دیا ہے:

”إن المسلمین أجمعوا علی أن ما بین الدفتین کلام الله، وکلام الله لایجوز أن یکون لحنا وغلطا“ [مفاتیح الغیب:۶/۶۹]

’’مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو کچھ دفتین کے درمیان ہے وہ کلام اللہ ہے اور کلام اللہ لحن اور غلط نہیں ہوسکتا۔‘‘

المعارضة الخفیه

نحویوں کے قراءات پر اعتراض کرنے کی دوسری قسم ’المعارضة الخفیه‘ مخفی اعتراض ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب نحوی قراءۃ پر اعتراض کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ایسی مثال پیش کرتے ہیں جو پوری طرح آیت کے مطابق ہوتی ہے لیکن وہ آیت کی نص ذکر نہیں کرتے۔ اسی طرح آیت کا حوالہ دیئے بغیر آیت پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ جب بات یہاں تک پہنچ جائے تو پھر صراحت اور اشارے میں فرق نہیں رہتا۔

متقدمین نحاۃ میں سے سیبویہ کی کتاب میں مخفی اعتراضات کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ ان میں سے چند ایک کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثال کے طور پر آیت کریمہ ﴿يٰأَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ [التحریم:۱] ''اسی طرح لفظ نبی قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آیا ہے'' میں لفظ 'النبی' اور آیت کریمہ ﴿أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ [البینہ:۷] میں لفظ 'البریة'، امام نافع رحمہ اللہ نے ان دونوں کلموں میں ہمزہ کو تحقیق کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن سیبویہ رحمہ اللہ نے ان آیات کا تذکرہ کئے بغیر اس قراءۃ پر اس طرح اعتراض کیا ہے:

''وقالوا نبي وبرية فألزمها أهل التحقيق البدل، وليس كل شيء نحوهما يفعل به ذا، إنما يؤخذ بالسمع، وقد بلغنا أن قوما من أهل الحجاز من أهل التحقيق يحققون نبيء، وبريئة، وذلك قليل ردي'' [الکتاب:۱۶۳/۲]

''اہل تحقیق نے نبی اور بریہ میں بدل کو لازم قرار دیا ہے اور ان جیسی ہر چیز کے ساتھ ایسے نہیں کیا جائے گا، کیونکہ دلیل سماع ہے اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اہل حجاز کے بعض محققین ان دونوں کلموں نبیء، اور بریئة کو تحقیق کے ساتھ پڑھتے ہیں، یہ بہت ہی کم اور بے کار ہے۔''

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ آیت کی نص ذکر کئے بغیر اس کا رد ہو رہا ہے۔ جو مثال بیان کی گئی ہے وہ پوری طرح آیت کے مطابق ہے۔ اسی لیے ہم اسے معارض خفی کہتے ہیں۔ اس کی بہت ساری مثالیں الکتاب میں موجود ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے، الکتاب (هولاء بناتي هن أطهر لكم) اس آیت میں 'أطهر' کی نصب والی قراءۃ کے بارے میں: ۳۹۷/۱، (كن فيكون) میں (يكون) کے نصب کے بارے میں ۴۲۳/۱، (إلى بارئكم) میں ہمزہ کے سکون والی قراءۃ کے بارے میں ۲۹۷/۲) اختصار کی خاطر ہم صرف ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ، وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ، وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ﴾ [الانشقاق:۱، ۲، ۳]

(السماء) کے اعراب کے بارے میں ذہن فوراً اس بات کی طرف جاتا ہے کہ یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔ اس کے بعد جملہ (انشقت) اس کی خبر ہے۔ اسی طرح دوسری آیت میں الارض مبتدا اور مدت اس کی خبر ہے۔ بعض کبار علماء نے یہی بات کہی ہے (ان میں اخفش رحمہ اللہ، فراء رحمہ اللہ اور عام کوفی شامل ہیں) جبکہ جمہور نحویوں نے اس فطری اعراب کا انکار کیا ہے اور آیات کی ایسی تاویلیں کی ہیں جن سے آیات کی سلاست باقی نہیں رہتی۔ انہوں نے کہا: یہاں تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ إذا انشقت السماء انشقت۔ وإذا مدت الأرض مدت۔ السماء فعل محذوف کا فاعل ہوگا اور الارض محذوف فعل مدت کا نائب فاعل ہوگا۔ نحویوں کی یہ کاوش محض تکلف ہے جو انہوں نے آیاتِ کریمہ کو قواعد نحویہ کے تابع بنانے کے لیے کی ہے۔ نحوی قاعدہ ہے: إذا شرطیہ کی جملہ فعلیہ کی طرف اِضافت واجب ہے۔ (تفصیل کے لیے نحو کی اُمہات الکتب دیکھئے خاص طور پر ألفية ابن مالك کی شروح باب الاضافہ)

ابن مالک رحمہ اللہ نے کہا: ''وألزموا إذا إضافة إلى جمل الأفعال كهن إذا اعتلى [الفیہ ابن مالک، باب الاضافہ]'' البتہ ابن مالک رحمہ اللہ کا اس موقف سے رجوع ثابت ہے۔ [شرح الاشمونی: ۱۹۵/۲، باب الاضافہ، متن التسہیل لابن مالک، ص۱۵۹ تحقیق ڈاکٹر کامل برکات] لیکن پہلی بات کے زبان زد خاص وعام ہونے کے بعد اس رجوع کا کیا فائدہ؟

جب نحاۃ کے پاس یہ آیت اور اس جیسی دوسری مثالیں آئیں جس میں حرف شرط کے فوراً بعد مرفوع اسم آیا تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے غور وفکر شروع کیا کہ اس اسم کو فعل مذکور، فعل مقدر یا کسی اور چیز نے رفع دیا ہے۔

ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب الانصاف، مسئلہ نمبر ۳۵ میں حرف شرط کے بعد مرفوع اسم کے بارے میں تین آراء پیش کی ہیں۔ ہم اس مسئلہ کے بارے میں حسب ذیل آراء پیش کرتے ہیں:

① جمہور بصریوں کا خیال ہے کہ اس سے قبل فعل محذوف مانیں گے یہ اسم اس کا فاعل بن کر مرفوع ہوگا اور بعد والا فعل اس کی تفسیر ہوگا۔ اس طرح یہ جملہ فعلیہ ہوگا اور جملہ تفسیریہ ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی اعراب نہیں ہوگا۔

② اخفش رحمہ اللہ، فراء رحمہ اللہ کی ایک رائے اور سیبویہ رحمہ اللہ کی ایک رائے [شرح ابن عقیل:۶۱/۲] کے مطابق یہ اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کے بعد والا جملہ اس کی خبر ہوگا۔

③ کوفیوں کی رائے کے مطابق مرفوع اسم میں عامل اس کی طرف لوٹنے والا فعل ہوگا یعنی اس کے بعد فعل میں ایک ضمیر مستتر ہوگی جو مقدم اسم پر عمل کرے گی۔ [الانصاف لابن الانباری المسالة:۸۵] یہ رائے انتہائی ضعیف ہے۔

④ فراء رحمہ اللہ کی ایک رائے کے مطابق اس میں فعل مذکور عامل ہوگا۔ فراء کے نزدیک اس جیسی صورت میں فاعل کو فعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔ یہ رائے بھی ضعیف ہے۔

⑤ ابن جنی کی رائے میں یہاں پر متکلم خود عامل ہے۔ وہ خود رفع، نصب یا جر دینے والا ہے، لیکن کلمات میں یہ اُصول نہیں ہوتا۔ [الخصائص لابن جنی:۱۰۹/۱]

⑥ بعض نحویوں کے مطابق اس میں عامل عربوں کا استعمال ہے۔ انہوں نے اسی طرح رفع، نصب، جر کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن اس موقف کے لیے لغت سے دلیل چاہئے اور علماء نے پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے لفظی اور معنوی عوامل بیان کئے ہیں ان میں سے کوئی عامل ہونا چاہئے۔

⑦ ابن مضاء نے کہا: یہاں پر خود اللہ تعالی عامل ہیں۔

یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح نحوی قواعد نحویہ کی بنیاد پر ان آیات میں تاویل کرتے ہیں اور اس مرفوع اسم کے لیے مقدر عبارات نکالتے ہیں۔ بعض نحویوں نے اس کے فطری اعراب یعنی مبتدا خبر کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن ان کا زیادہ زور نحوی قاعدے کو بچانے پر صرف ہورہا ہے۔ قرآن مجید کو حق مانتے ہوئے اور اس کی اتباع کرتے ہوئے اس کے فطری اعراب مبتدا خبر کو تسلیم کرنا چاہئے۔ قرآن مجید میں اس کی بے شمار مثالیں بھری ہوئی ہیں ہم ان میں سے بعض یہاں پر پیش کرتے ہیں:

۱۔ فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَت	سورۃ المرسلات	آیت:۸
۲۔ وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَت	سورۃ المرسلات	آیت:۹
۳۔ وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَت	سورۃ المرسلات	آیت:۱۰
۴۔ وَإِذَا الرُّسُلُ أُقِّتَت	سورۃ المرسلات	آیت:۱۱
۵۔ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۱
۶۔ وَإِذَا النجومُ انْكَدَرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۲
۷۔ وَإِذَا الجبالُ سُيِّرَت	سورۃ التکویر	آیت:۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸۔ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۴
۹۔ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۵
۱۰۔ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۶
۱۱۔ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۷
۱۲۔ وإذا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۸
۱۳۔ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۱۰
۱۴۔ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۱۱
۱۵۔ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۱۲
۱۶۔ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ	سورۃ التکویر	آیت:۱۳
۱۷۔ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ	سورۃ الانفطار	آیت:۱
۱۸۔ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ	سورۃ الانفطار	آیت:۲
۱۹۔ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ	سورۃ الانفطار	آیت:۳
۲۰۔ وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ	سورۃ الانفطار	آیت:۴
۲۱۔ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ	سورۃ الانشقاق	آیت:۱
۲۲۔ وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ	سورۃ الانشقاق	آیت:۳

اس کے علاوہ بیسیوں اشعار اس قاعدے کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔اس تفصیل اور وضاحت کے بعد کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم ایک ناقص نحوی قاعدے کے ساتھ چمٹے رہیں اور ان مضبوط شواہد کو چھوڑ دیں۔ان تمام شواہد میں سب سے اوپر قرآنی آیات ہیں، جن میں باطل کی مداخلت کا کوئی امکان نہیں اور وہ محفوظ ترین مصدر ہیں۔

قواعد نحویہ کے نصوص قرآن سے ٹکرانے کی یہ محض ایک مثال ہے۔تعارض کی صورت میں ہی نحویوں کی تاویل سامنے آتی ہے تاکہ وہ اس تعارض کو ختم کرسکیں اور نحوی قاعدہ کو غالب کردیں۔اس کے لیے وہ جو طریقہ کار اختیار کرتے ہیں اسے کم سے کم الفاظ میں ظاہری یا مخفی تعارض کہہ سکتے ہیں،اس کے برعکس ہم یہ کہتے ہیں کہ اس غیر ضروری تاویل کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اس کا حل یہ ہے کہ اس قاعدے کو نص قرآنی کی روشنی میں درست کرلیا جائے۔نیت صاف ہو اور ہم اس بات کی طرف توجہ کریں تو یہ آسان راستہ ہے۔دراسات قرآنیہ کے حوالے سے ہم یہی دعوت دیتے ہیں کہ قرآن کریم کو ہر پہلو سے بنیادی مصدر قرار دیا جائے اور رائج نحو کی بجائے قرآنی نحو پر اعتماد کیا جائے۔

قواعد نحویہ کے نصوص قرآنی سے ٹکراؤ کی مثالیں اور ان کی اصلاح کی صورت

① **نحوی قاعدہ:** اسم ظاہر کا مجرور ضمیر پر حرفِ جر کے بغیر عطف ڈالنا جائز نہیں۔

صحیح قاعدہ: اسم ظاہر کا مجرور ضمیر پر حرفِ جر کے اعادہ کے بغیر عطف ڈالنا جائز ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ﴾ امام حمزہ نے اَلْاَرْحَامِ پڑھا ہے، جو متواتر قراءت ہے۔ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین میں سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حسن بصری رحمہ اللہ [شرح الرضي علی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکافیة:۳/۱۱۷، شرح المفصّل:۳/۷۸، إبراز المعاني ص۲۸۴] نخعی، قتادہ، الاعمش ﷭[البحر المحیط:۳/۱۵۷]
وغیرہ نے بھی اسی قراءت کو اختیار کیا ہے۔ابوحیان ﷫ نے امام حمزہ ﷫ کی اس قراءت کے بارے میں کہا:
”قراءة متواترة عن رسول الله ﷺ قرأ بها سلف الأمة واتصلت بأكابر قرآء الصحابة عثمان وعلي وابن مسعود وزيد بن ثابت وأقرأ الصحابة أبي بن كعب“[البحر المحیط:۳/۱۵۷]
”یہ رسول اللہ ﷺ سے مروی متواتر قراءت ہے۔امت کے اسلاف نے اس کے موافق پڑھا ہے۔اکابر قراء صحابہ کرام جیسے سیدنا عثمان، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت اور صحابہ کے سب سے بڑے قاری سیدنا ابی بن کعب ﷢ نے اس طرح پڑھا ہے۔“

اس واضح تصریح کے بعد ہونا تو چاہیئے کہ نحوی قاعدہ کی اصلاح کردی جائے تاکہ وہ قرآنی فصاحت و بلاغت کو اپنے اندر سمو سکے لیکن نحاۃ نے اسے رد کیا، اسے ضعیف قرار دیا۔[شرح المفصل:۳/۷۸] اور اسے غلط قرار دیتے ہوئے اس کے مطابق قراءت کو حرام قرار دیا ہے۔[شرح المفصل :۳/۷۸] اسی لیے مبرّد نے کہا: ”لو أنني صليت خلف إمام يقرؤها لقطعت صلاتي“[درة الغواص في أوهام الخواص للحریری، ص۹۵]
”اگر میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھوں جو اس طرح (بروایت امام حمزہ ﷫) قراءۃ کرے تو میں نماز توڑ دوں گا۔“

اس قراءت کے بارے میں اتنا شدید ردعمل ظاہر کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ راجح نحو کے خلاف ہے۔اس میں حرف جر کے اعادہ کے بغیر مجرور پڑھا گیا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں اس کے علاوہ بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔مثلاً ﴿وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ [البقرة:۲۱۷] لفظ (المسجد) کا عطف (به) پر ہے اور حرف جر کے اعادہ کے بغیر اسے جر دیا گیا ہے۔اسی طرح اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ﴾ [الحجر:۲۰] اس میں کلمہ (من) کا عطف (لکم) پر ہے اور حرف عطف کے بغیر ہے۔کلام عرب میں سے قطرب روایت کرتے ہیں ”ما فيها غيره وفرسه“[البحر المحیط: ۲/ ۱۴۷ ، الحجّة لابن خالویه ص۹۴] اتنے واضح دلائل کے بعد ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قراءت متواترہ کو صحیح سمجھتے ہوئے بنیاد بنایا جائے اور اس کے مطابق نحوی قاعدے کی اصلاح کردی جائے۔

② **نحوی قاعدہ:** نثر کی صورت میں مرکب اضافی کے درمیان فاصلہ لانا جائز نہیں۔
صحیح قاعدہ: مرکب اضافی میں مفعول بہ کا فاصلہ لانا جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ﴾ قراء میں سے امام ابن عامر ﷫ نے «وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ ...... قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ» پڑھا ہے۔جو کہ متواتر قراءت ہے۔قرآن مجید سے اس کی دوسری مثال: مُخْلِفَ وَعْدَهُ رُسُلِهِ [ابراہیم:۴۷] جیسا کہ بعض اسلاف نے پڑھا ہے اس میں مرکب اضافی میں اسم مفعول کا فاصلہ لایا گیا ہے۔

③ إنَّ کے محل پر خبر مکمل ہونے سے پہلے رفع کا عطف ڈالنا جائز نہیں ہے۔خبر مکمل ہونے کے بعد اجماعی طور پر جائز ہے۔
صحیح قاعدہ: إن کے محل پر خبر مکمل ہونے کے بعد رفع کا عطف بالاجماع جائز اور خبر مکمل ہونے سے پہلے راجح قول کے مطابق جائز ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید سے دلیل: ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّابِئُونَ وَالنَّصَارَىٰ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ قراء کا (الصّٰبئون) کے رفع پر اجماع ہے، حالانکہ یہ خبر مکمل ہونے سے پہلے آیا ہے۔اس قراءت پر قراء کا اجماع اس قاعدے کی دلیل ہے۔

④ **نحوی قاعدہ:** (سواء) نصب کے ساتھ کمزور لغت ہے، اصل لغت رفع ہے۔[الکتاب لسیبویه:۲۳۳/۱]

صحیح قاعدہ: کلمہ (سواء) میں رفع اور نصب دونوں لغات ہیں۔نصب دینا درست ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ﴾ [الجاثية:۲۱] قراء سبعہ میں سے تین قراء نے اس طرح پڑھا ہے۔[البحر المحیط:۴۷/۸، المهذّب:۳۵۳/۲، هدی البریة:ص۵۵] قرآن مجید سے اس کی دیگر مثالیں: ﴿الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ﴾[الحج:۲۵] اور ﴿سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ﴾ [الجاثیه:۲۱] دونوں مقامات پر کلمہ (سواء) منصوب پڑھا گیا ہے۔

⑤ **نحوی قاعدہ:** دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔اگر پہلا ساکن حرف مدہ یا لین ہو تو پھر جائز ہے۔ جیسے ﴿اَلضَّآلِّيْنَ﴾ اگر پہلا صحیح ساکن حرف ہو تو پھر ممنوع ہے جیسے ﴿إِذْ تَّلَقَّوْنَهُ﴾ [النور:۱۵] ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت کے مطابق [ملخص من کتاب سیبویه:۴۰۷/۲]

صحیح قاعدہ: دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ پہلا حرف مدو لین ہو یا ساکن صحیح ہو۔مثلاً ﴿إذ تلقونه﴾ ابن کثیر کی قراءت میں یہ اور اس کی طرح دیگر مثالیں موجود ہیں۔قراءت متواترہ میں اکتیس مرتبہ اسی طرح آیا ہے۔اسے قراء کی اصطلاح میں (تائے بزی) کہتے ہیں۔

⑥ **نحوی قاعدہ:** اگر فاء کے بعد مضارع ہو اور وہ جواب نہ ہو تو اس میں صرف رفع پڑھیں گے۔[الکتاب:۴۲۳/۱] نصب ضعیف ہے، بلکہ لحن ہے۔[البحر المحیط:۳۶۵/۱، الدر اللقیط:۳۶۵/۱]

صحیح قاعدہ: جب فاء کے بعد مضارع واقع ہو اور وہ جواب نہ ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔رفع اکثر ہے اور نصب قلیل ہے۔بغیر کسی لحن کے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾[یٰس:۸۲] قراء میں سے ابن عامر رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔یہ متواتر قراءۃ ہے۔

⑦ **نحوی قاعدہ:** دو کلموں میں اس وقت ادغامِ مثلین جائز نہیں جب مدغم سے پہلے صحیح ساکن ہو اور جو قراءت ابو عمرو رحمہ اللہ میں (شَهْر رَّمَضَان) آیا ہے وہ ضعیف ہے: [الاتحاف، ص۱۵۴] بلکہ ممنوع ہے۔ [البحر المحیط:۳۹/۲، الاتحاف،ص۱۵۴، الدرّ اللقیط:۳۹/۲]

صحیح قاعدہ: دو کلموں میں ادغام مثلین جائز ہے جب پہلے حرف سے پہلے حرف معتل ہو [البحر المحیط:۳۹/۲] یا ساکن صحیح ہو مثلاً (شهر رمضان) جیسا کہ ابو عمرو رحمہ اللہ کی قراءت میں ہے اور وہ محکم متواتر قراءت ہے۔ [المهذب،ص۸۵]

⑧ **نحوی قاعدہ:** ایجاب کے بعد استثناء مفرغ لانا جائز نہیں ہے۔

صحیح قاعدہ: ایجاب کے بعد استثناء مفرغ لانا جائز ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید سے دلیل: قرآن مجید میں اس طرح کی تقریباً اٹھارہ آیات ہیں (یہ ڈاکٹر عضیمہ کے بیان کے مطابق ہے۔[المقدمة، ص۸] مثلاً ﴿وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَٰشِعِينَ﴾، ﴿لَتَأْتُنَّنِي بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ﴾
﴿وَإِن كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ﴾ [البقرة:۴۵]
﴿ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ﴾ [آل عمران:۱۱۲]
﴿وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ﴾ [الأنفال:۱۶]

ہم دیکھتے ہیں کہ ان تمام مثالوں میں ایجاب کے بعد استثناء مفرغ لایا گیا ہے۔ اتنی واضح آیات کے مقابلے میں ایک نحوی قاعدے کی حیثیت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔

⑨ **نحوی قاعدہ:** یائے متکلم کو فتحہ دینا واجب ہے۔ بمصرخي جیسی صورت میں کسرہ دینا درست نہیں ہے۔

صحیح قاعدہ: یائے متکلم کو فتحہ دینا اکثر ہے اور کسرہ دینا قلیل ہے۔ مثلاً بمصرخي۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيِّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ﴾ [سورہ ابراہیم:۲۲] امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت میں (مصرخی) یاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔

⑩ **نحوی قاعدہ:** (معایش) میں ہمزہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ جہاں ایسے آیا ہے وہ خطاء ہے۔ [ملخص من المنصف على التعريف:۱/۳۰۷، حاشية استهاب على تفسير البيضاوى:۱۵۲/۴]

صحیح قاعدہ: (معایش) میں ہمزہ پڑھنا غلطی نہیں بلکہ جائز ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾ [الاعراف:۱۰] قراء سبعہ میں سے نافع رحمہ اللہ خارجہ کی روایت میں اور ابن عامر رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق (معائش) ہمزہ کے ساتھ ہے۔ ان کے علاوہ الاعرج، زید بن علی رحمہ اللہ اور الاعمش رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح پڑھا ہے۔ [القراء ات واللهجات، ص۱۷۹]

⑪ **نحوی قاعدہ:** دو ہمزہ اگر عین کلمہ میں ہوں تو انہیں تحقیق کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ ایسے پڑھنا لحن ہے جیسے (أئمة) [الخصائص:۱۴۳/۳]

صحیح قاعدہ: دو ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھنا جائز ہے چاہے وہ دونوں عین کلمہ میں ہوں یا اس کے علاوہ ہوں۔

قرآن مجید میں دلیل: ﴿فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ أئمة میں تحقیق کے ساتھ، جیسا کہ بہت سی قراءات میں آیا ہے۔ حفص عن عاصم، حمزہ، ابن عامر اور کسائی رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا ہے۔

⑫ **نحوی قاعدہ:** (أئمة) میں دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز نہیں ہے۔ جو بدلے گا وہ تحریف کرنے والا ہے [مستفاد من كلام الزمخشري في الكشاف:۱۴۲/۲]

صحیح قاعدہ: (أئمة) میں دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدلنا جائز ہے۔ یہ علم الصرف میں قیاس کے مطابق ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿فَقَاتِلُوا أيمة الْكُفْرِ﴾ [التوبہ:۱۲] ہمزہ کے بعد دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل کر پڑھنا متواتر قراءات سے ثابت ہے۔ قراء میں سے ابن کثیر، ابو عمرو رحمہما اللہ اور ایک روایت کے مطابق نافع رحمہ اللہ نے اسی طرح پڑھا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

⑬ **نحوی قاعدہ:** (نَبِي و بَرِيَّة) میں ہمزہ تحقیق کے ساتھ پڑھنا کمزور ہے۔[مستفاد من الکتاب ۲/۱۶۳،۲/۱۷۰]
صحیح قاعدہ: (نَبِيّ و بَرِيَّة) میں ہمزہ تحقیق کے ساتھ پڑھنا صحیح لغت ہے اس میں کوئی کمزوری نہیں۔
قرآن مجید سے دلیل: امام نافع رحمہ اللہ نے دونوں جگہوں پر ہمزہ کی تحقیق کے ساتھ پڑھا ہے۔سورہ تحریم میں ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيءُ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ﴾ اورسورہ البینہ میں: ﴿ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيئَةِ ﴾
⑭ **نحوی قاعدہ:** مجزوم فعل سے متصل ہاء کو ساکن پڑھنا جائز نہیں ہے مثلاً (يُؤَدِّهِ)، (نُوَلِّهِ) اور (نُصْلِهِ) ایسا پڑھنا غلط ہے یا قراء کا وہم ہے۔
صحیح قاعدہ: فعل مجزوم سے متصل ہاء کو ساکن پڑھنا جائز ہے جیسا کہ اس میں اشمام، اشباع اور اختلاس جائز ہے۔
[کتاب السبعۃ:ص۲۰۷، المهذّب:ص۱۲۷]
قرآن مجید سے دلیل: قراء میں سے ابوعمرو، عاصم اور امام حمزہ رحمہم اللہ نے اس طرح پڑھا ہے۔
⑮ **نحوی قاعدہ:** اضافت کے ساتھ (کلّ) کا نکرہ کا مفعول بہ بن کر آنا ممنوع ہے۔
صحیح قاعدہ: اضافت کے ساتھ (کلّ) کا نکرہ کے لیے مفعول بہ بن کر آنا جائز ہے۔شیخ عضیمہ نے ۳۶ مقامات بیان کئے ہیں جن میں اس طرح آیا ہے۔
قرآن مجید سے دلائل: ﴿وَإِنْ يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَا يُؤْمِنُوا بِهَا﴾[الانعام:۲۵]، ﴿وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الأنعام:۸۰]
⑯ **نحوی قاعدہ:** إذا شرطیہ کی جملہ فعلیہ کی طرف اضافت لازم ہے جملہ اسمیہ کی طرف اضافت جائز نہیں۔
صحیح قاعدہ: إذا شرطیہ کی اضافت جملہ فعلیہ کی طرف اکثر اور جملہ اسمیہ کی طرف قلیل ہے۔اس کے بارے میں بیس سے زیادہ آیات موجود ہیں۔
⑰ **نحوی قاعدہ:** جو کلمات شَنَئَانُ کے وزن پر آئے ہیں، ان میں دوسرے حرف کو حرکت دینا واجب ہے۔
صحیح قاعدہ: شَنَئَانُ کے وزن پر آنے والے کلمات میں دوسرے حرف کو حرکت دینا جائز اور اکثر ہے جبکہ ساکن کرنا بھی جائز ہے اور یہ قلیل ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ﴾ [المائدة:۵] شنآن میں نون ساکن کے ساتھ ابن عامر رحمہ اللہ نے پڑھا ہے۔[کتاب السبعۃ،ص۲۴۲] اور یہ متواتر قراءت ہے۔
⑱ **نحوی قاعدہ:** (تَأْمُرُونِّي) اور اس جیسی مثالوں میں نون کو مشدد پڑھنا واجب ہے۔تخفیف کے ساتھ پڑھنا لحن ہے۔
صحیح قاعدہ: (تَأْمُرُونِّي) اور اس جیسی مثالوں میں نون مشدد پڑھنا اکثر ہے اور مخفف پڑھنا جائز اور قلیل ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ قُلْ أَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَأْمُرُونِّي أَعْبُدُ أَيُّهَا الْجٰهِلُونَ ﴾ [الزمر:۶۴] امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر رحمہ اللہ نے اپنی ایک روایت میں نون تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ متواتر قراءت ہے۔
⑲ ﴿ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ میں ہمزہ کو کسرہ دینا ممنوع ہے۔
صحیح قاعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ﴿ أن صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ﴾ میں (أن) ہمزہ کو کسرہ دینا جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: اس آیت کریمہ میں امام ابوعمرو رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے (إن) ہمزہ کو کسرہ کے ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پڑھا ہے۔

(۴۰) آیت کریمہ ﴿فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ﴾[الانعام:۹۰] میں وصل کی صورت میں ہاء کو باقی رکھنا جائز نہیں ہے۔

صحیح قاعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ﴿ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ﴾ میں وصل کی حالت میں ہاء کو باقی رکھنا جائز ہے۔ جیسا کہ بہت سی متواتر قراءات میں آیا ہے۔

(۴۱) **نحوی قاعدہ:** اسم فاعل نکرہ، حال یا مستقبل کے معنی میں ہو تو بعد والے کو نصب دیتا ہے اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو پھر یہ عمل نہیں کرتا۔

صحیح قاعدہ: اسم فاعل نکرہ حال یا مستقبل کے معنی میں ہو تو بعد والے اسم پر عمل کرتا ہے اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو اس کا عمل کرنا قلیل ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ ﴾ [الکھف:۱۸] یہ متواتر قراءۃ بالکل واضح ہے۔ کسی قسم کی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴۲) **نحوی قاعدہ:** (الْوَلَايَةُ) میں واؤ کو فتح دینا واجب ہے۔ کسرہ دینا جائز نہیں بلکہ لحن ہے۔

صحیح قاعدہ: (الْوَلَايَةُ) میں واؤ کا فتحہ اکثر ہے اور کسرہ جائز ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلَّهِ الْحَقِّ ﴾ واؤ کے کسرہ کے ساتھ قراءۃ متواترہ سے ثابت ہے۔ [النشر في القراء ات لابن الجزری:۲/۲۷۷]

(۴۳) (ءَ أَنذَرْتَهُمْ) میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

صحیح قاعدہ: (ءَ أَنذَرْتَهُمْ) میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر دو ہمزوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ دونوں ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَ أَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ ﴾[البقرۃ:۶] قراءۃ متواترہ میں دوسرے ہمزہ کو الف سے بدل کر پڑھنا ثابت ہے۔[غیث النفع ص۲۶، البحر:۱/۴۷]

(۴۴) **نحوی قاعدہ:** دو ہمزوں کو اس طرح جمع کرنا کہ ان کے درمیان الف ہو، جائز نہیں ہے، (ضِيَآء) یا اس جیسے کلمات میں اس طرح پڑھنا مردود ہے۔

صحیح قاعدہ: دو ہمزوں کو اس طرح جمع کرنا کہ ان کے درمیان الف ہو، جائز ہے، کیونکہ صحیح سماع سے یہ ثابت ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا ﴾[یونس:۵] امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے (ضِيَاءً) کو دو ہمزوں کے ساتھ (ضِئَاءً) پڑھا ہے۔[کتاب السبعۃ،ص۳۲۳] جو کہ متواتر قراءت ہے۔

(۴۵) **نحوی قاعدہ:** جب فعل ماضی ہو اور قد سے پہلے نہ ہو تو حال کا جملہ فعلیہ لانا جائز نہیں ہے۔[الإنصاف مسئلہ نمبر۳۲]

صحیح قاعدہ: حال کا جملہ فعلیہ لانا جبکہ فعل ماضی ہو مطلق طور پر جائز ہے۔ قد سے پہلے ہونا اکثر ہے اور قد کے بعد ہونا قلیل ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ ﴾ [النساء:۹۰] اس کے علاوہ دیگر بہت سی آیات ہیں جو قراءات متواترہ سے ثابت ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(۲۶) **نحوی قاعدہ:** ثُمَّ کے ساتھ لام امر متحرک لایا جائے گا، ساکن لانا جائز نہیں ہے، ایسا کرنا قبیح ہے۔
صحیح قاعدہ: ثُمَّ کے ساتھ لام امر متحرک یا ساکن دونوں طرح لایا جا سکتا ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ ﴾ [الحج:۲۹] قراءات سبعہ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

(۲۷) کلمہ (لیکة) جو کہ غیر منصرف ہے، اسے منصرف کا اعراب دینا جائز نہیں ہے۔
صحیح قاعدہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:۱۷۶]
امام ابن کثیر، نافع اور ابن عامر رحمہم اللہ نے اس کلمہ کو منصرف پڑھا ہے، تین آئمہ کا متواتر قراءۃ میں اسے اختیار کرنا اس کے جواز کی واضح دلیل ہے۔

(۲۸) **نحوی قاعدہ:** ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، اللّٰهُ الصَّمَدُ﴾ میں کلمہ (احد) کو تنوین دینا جائز نہیں ہے۔
صحیح قاعدہ: کلمہ احد کو تنوین دینا جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ ﴾ میں احد کو تنوین کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ بہت سے قراء نے اس قراءت کو اختیار کیا ہے۔ [تفسیر طبری: ۱۹۴/۳۰]

(۲۹) **نحوی قاعدہ:** (نُنجِي) کلمہ کو ایک نون، جیم مشدد اور یاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھنا جائز نہیں۔
صحیح قاعدہ: کلمہ (نجی) کو ایک نون، جیم مشدد اور یاء مفتوحہ کے ساتھ پڑھنا جائز ہے اس میں کوئی غلطی نہیں۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِّبُوْا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴾ [یوسف:۱۱۰] امام ابن عامر اور امام عاصم نے ابوبکر اور حفص رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق اسی طرح پڑھا ہے۔ [کتاب السبعة، ص ۲۸۸]

(۳۰) **نحوی قاعدہ:** (مِائَة) کو واحد کی طرف مضاف کیا جائے گا۔ جمع کی طرف اس کی اضافت جائز نہیں۔
صحیح قاعدہ: (مِائَة) کی اضافت مفرد کی طرف اکثر اور جمع کی طرف قلیل ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةِ سِنِيْنَ﴾ [الکھف:۲۵] مائة کی اضافت سنین کی طرف ہے [کتاب السبعة، ص ۳۹۰]، امام کسائی اور حمزہ رحمہم اللہ نے اسے اختیار کیا ہے۔ ﴿ ثَلٰثَ مِائَةِ سِنِيْنَ ﴾

(۳۱) **نحوی قاعدہ:** (أَرْجِئْهُ) میں ہمزہ ساکن کے بعد ہاء کو کسرہ دینا جائز نہیں ہے۔ جہاں کہیں ایسا ہے وہ غلط اور مردود ہے۔
صحیح قاعدہ: (أرجئه) کی ھاء کو کسرہ دینا مطلق طور پر جائز ہے، اس سے پہلے ہمزہ ساکن ہو یا متحرک ہو۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ قَالُوْا أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حٰشِرِيْنَ ﴾ [الأعراف:۱۱۱] (أرجئه) امام ابن عامر رحمہ اللہ نے ہمزہ ساکن اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ متواتر قراءات ہے۔
[کتابُ السّبعة ص ۲۸۸]

(۳۲) **نحوی قاعدہ:** اسم ذات کی خبر اسم معنی لانا جائز نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

صحیح قاعدہ: اسم ذات کی خبر لانا مطلقاً جائز ہے۔ خبر کا اسم ذات ہونا اکثر اور اسم معنی ہونا قلیل ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَىٰ ﴾ [الاسراء:۴۷] اسم ذات (هُمْ) کی خبر اسم معنی (نجوىٰ) کے ساتھ آئی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی مثالیں ہیں مثلاً ﴿ أَوْ يُصْبِحَ مَاؤُهَا غَوْرًا ﴾ [الکهف:۴۱]

۳۳ **نحوی قاعدہ:** وصل کی حالت میں دو ساکنوں کو جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ ﴿فَمَا اسْطَاعُوا﴾ [الکهف:۹۷] امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت میں طاء مشدد کے ساتھ پڑھا گیا ہے: ﴿فَمَا اسْطَّاعُوا﴾
صحیح قاعدہ: آیت کریمہ ﴿ فَمَا اسْطَاعُوا ﴾ میں وصل کی حالت میں دو ساکن جمع کرنے جائز ہیں۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿فَمَا اسْطَاعُوا﴾ امام حمزہ رحمہ اللہ نے طاء مشدد کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ متواتر قراءت ہے۔

۳۴ **نحوی قاعدہ:** الوعد کو (فَاعَلَ) کے وزن پر لانا جائز نہیں۔ الف کے بغیر (وَعَدَ) کہا جائے گا۔
صحیح قاعدہ: الوَعْد کو الف کے ساتھ (وَاعَدَ) اور الف کے بغیر (وَعَدَ) دونوں طرح لانا جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ وَإِذْ وَاعَدْنَا مُوسَىٰ ﴾ [البقرة:۵۱] قراء سبعہ میں ابوعمرو رحمہ اللہ کے علاوہ باقی چھ قراء نے (وَاعَدَ) الف کے ساتھ پڑھا ہے۔

۳۵ **نحوی قاعدہ:** ﴿ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ﴾ میں راء کا لام میں ادغام جائز نہیں ہے۔
صحیح قاعدہ: آیت کریمہ ﴿ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ ﴾ وغیرہ کلمات میں راء کا لام میں ادغام جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ ﴾ [البقرة:۲۸۴] امام ابوعمرو رحمہ اللہ نے راء کے لام میں ادغام کے ساتھ پڑھا ہے اور یہ متواتر قراءت ہے۔ [کتاب السبعة، ص۱۹۵]

۳۶ **نحوی قاعدہ:** (من راق) میں ادغام کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ نون کے اظہار کے ساتھ پڑھنا عیب ہے۔
صحیح قاعدہ: جس طرح ادغام جائز ہے اسی طرح نون میں اظہار بھی جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ﴾ [القيامة:۲۷] امام عاصم نے نون کے اظہار (مع سکتہ) کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ متواتر قراءت ہے۔

۳۷ **نحوی قاعدہ:** ارشاد باری تعالیٰ ﴿لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ﴾ میں کلمہ (بَيْن) پر نصب پڑھنا جائز نہیں ہے۔ رفع پڑھا جائے گا۔
صحیح قاعدہ: کلمہ (بَيْن) میں رفع کی طرح نصب بھی جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ ﴾ [الأنعام:۹۴] قراء میں سے امام نافع، کسائی اور حفص عن عاصم رحمہم اللہ نے (بَيْنَ) نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔

۳۸ **نحوی قاعدہ:** ارشاد باری تعالیٰ ﴿ نَخْسِفْ بِهِمُ ﴾ میں فاء کا باء میں ادغام جائز نہیں ہے۔ اصل وجہ اظہار ہے۔
صحیح قاعدہ: ﴿ نَخْسِفْ بِهِمُ ﴾ میں اظہار کی طرح ادغام بھی جائز ہے۔
قرآن مجید سے دلیل: ﴿إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ﴾ [السبا:۹] امام کسائی رحمہ اللہ نے فاء میں باء کے ادغام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ پڑھا ہے جو کہ متواتر قراءات ہے۔[کتاب السبعۃ ص۲۵۷، الإتحاف ص۳۵۷]

۳۹ **نحوی قاعدہ:** (فِعْلَیٰ) کے وزن پر (ضِیزَیٰ) جیسی مثالوں میں ہمزہ لانا جائز نہیں ہے کیونکہ جب ہمزہ لایا جائے گا تو وہ صفت بن جائے گا اور فِعْلَیٰ صفت نہیں ہوتی۔

صحیح قاعدہ: فِعْلَیٰ کے وزن پر (ضِیزَیٰ) جیسی مثالوں میں ہمزہ لانا جائز ہے کیونکہ یہ سماع سے ثابت ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ارشاد باری تعالیٰ ﴿ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ ﴾ [النجم:۲۲] امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہمزہ کے ساتھ (ضیزی) پڑھا ہے۔

۴۰ **نحوی قاعدہ:** جب اسم ثلاثی صحیح العین، مفتوح الفاء ہو تو (فَعل) کی جمع (أفعال) کے وزن پر لانا جائز نہیں۔

صحیح قاعدہ: جب ثلاثی اسم، صحیح العین، مفتوح الفاء ہو تو (فعل) کی جمع (أفعال) کے وزن پر لانا جائز ہے۔

قرآن مجید سے دلیل: ﴿وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق:۴] یہاں پر (حَمل) کی جمع (أَحْمَال) آئی ہے جو متواتر قراءات ہے۔

عمومی جائزہ

سابقہ مثالوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عام طور پر بصری، کوفیوں سے قراءات کی مخالفت میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ قراءات کو لحن، کمزور، خطا اور نامناسب القابات سے نوازنے میں وہ نسبتاً بے باک ہیں۔ اس کی ایک وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ سماع پر قیاس کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ جو اس بارے میں مزید تفصیلات چاہتا ہے وہ ''اعتبار القیاس في المدرسة البصرية'' (یہ مولف کا ایک مضمون ہے جو مجلّہ کلية الآداب، جامعہ القاہرہ، جلد۲۴ جز ثانی دسمبر۱۹۶۲ء میں شائع ہوا ہے) اور ''الموازنة بين المناهج البصرية'' (مؤلف کا ہی ایک دوسرا مضمون ہے جو سابق مصدر میں ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا)

کیا قراءات متواترہ پر اعتراض اور طعن کے وقت خاموش رہنا چاہیے؟

بغیر کسی استثناء کے تمام قراءات پر اعتراضات کئے گئے۔ ان کی وجوہ میں سے کسی نہ کسی وجہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔ اس طرح ایک بھی قراءت ایسی نہیں بچی جسے یہ نحوی متواتر اور صحیح تسلیم کریں۔ اس صورت حال میں اپنے دین اور کتاب کے بارے میں غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے، قراءات پر اس طعن کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور کتاب اللہ کا دفاع ہر پہلو سے ہم پر لازم ہو جاتا ہے۔

شیخ عضیمہ رحمہ اللہ اس مسئلے کی حساسیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ عنوان قائم کرتے ہیں ''القراء السبعة ونصيب كل منهم في تلحيين قراء ته'' [مقدمة دراسات لأسلوب القرآن الكريم ص۳۴، جزء اوّل]

''قراء سبعہ اور ان میں سے ہر ایک کی قراءت میں غلطی کا حصہ''

اس عنوان کے تحت انہوں نے ہر ایک قاری پر کئے گئے اعتراضات جمع کئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱ امام ابن عامر رحمہ اللہ (ت ۱۱۸ھ) کی قراءت میں ۱۸ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

۲ امام حمزہ رحمہ اللہ (ت ۱۵۰ھ) کی قراءت میں ۱۵ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ امام نافع ﷫ (ت ۱۶۹ھ) کی قراءت میں ۱۲ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
④ امام کسائی ﷫ (ت ۱۸۰ھ) کی قراءت میں ۱۱ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
⑤ امام ابن کثیر ﷫ (ت ۱۲۰ھ) کی قراءت میں ۹ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
⑥ امام ابی عمرو ﷫ (ت ۱۵۴ھ) کی قراءت میں ۷ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
⑦ امام عاصم ﷫ (ت ۱۲۷ھ) کی قراءت میں ۷ غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

یہ صرف وہ اعتراضات ہیں جو قراءات سبعہ پر وارد کئے گئے، دیگر قراءات پر کئے جانے والے اعتراضات ان کے علاوہ ہیں۔ اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے ہاں کوئی ایک بھی قراءت ایسی نہیں جسے تقدس حاصل ہو، تمام لوگ اس کا احترام کریں اور وہ غلطی سے مبّرا ہو۔

ان کے ان اعتراضات کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کی جراءت پر خاموشی اختیار کی جاسکتی ہے۔ خاص طور پر جب کے یہ تمام اعتراضات بے بنیاد اور بغیر کسی علمی سند کے ہیں۔ ہر شخص کو قرآن کریم پر اعتماد کرنا ہوگا اور اسے مصدر اوّل بنانا ہوگا۔ اس صورت میں قراءات متواترہ ان اعتراضات سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔

ہم نے اس بحث کے ذریعے معروف نحو کی فطری طور پر حفاظت کی ہے۔ باوجود اس بات کے کہ ہم نے اس کے بہت سے ابواب میں اصلاح کی کوشش کرتے ہوئے قواعد کو درست کیا ہے۔ قواعد کی یہ درستگی محض اس بنیاد پر ہے کہ ہر اصول کی طرح نحو کی اصل بھی قرآن مجید ہے۔ لہٰذا اس کی متواتر قراءات میں جو کچھ موجود ہے وہی نحو کی اساس ہے۔ اگر کہیں معاملہ اس کے برعکس ہے تو یہ قراءت کی نہیں نحاۃ کی غلطی ہے کہ انہوں نے یہ قاعدہ قرآن مجید کے موافق کیوں نہ بنایا یا علم ہو

نے کے بعد اس کی اصلاح کیوں نہ کردی۔ اب بھی اگر کسی جگہ پر معروف نحو کا قاعدہ قرآنی آیت کے معارض معلوم ہو تو قرآن مجید کی محبت، عظمت، حفاظت، دینی حمیت اور نحو کی خدمت کا طریقہ یہ ہے کہ اس قاعدہ کو تبدیل کر کے قرآن مجید کے موافق بنا دیا جائے۔ اس سے قرآن مجید کی عظمت بھی برقرار رہے گی اور نحو بھی صحیح اسلوب اختیار کرلے گی۔ جس سے اس کی فصاحت و بلاغت میں اضافہ ہوجائے گا اور یہ نحو کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ